حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ "اللہ کا کوئی بندہ کسی راستے پر چلا جا رہا تھا جس پر کسی درخت کی شاخ جھکی ہوئی تھی۔ (جس سے راستہ گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔) اس بندے نے اپنے جی میں کہا۔ میں اس شاخ کو یہاں سے الگ کر کے راستہ صاف کروں گا۔ تاکہ بندگانِ خدا کو تکلیف نہ ہو۔ (اس نے پھر ایسا ہی کیا۔) تو وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے جنت میں چلا گیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ہدیہ: ڈیڑھ روپیہ
۱۱ر دسمبر ۱۹۸۱ء

# احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ وتشریح ——— حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ

عَنْ عَائِشَۃَ رض قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیْزَرَہٗ وَ اَحْیٰی لَیْلَہٗ وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: عائشہ رض سے روایت ہے کہا۔ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپؐ اپنے تہبند کو مضبوط باندھتے اور رات کو زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے۔

تشریح: ازار کا مضبوط باندھنا کنایہ ہے کہ عبادت کی بے حد کوشش فرماتے تھے۔ اور رات کو زندہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ جاگتے اور نماز اور ذکر الٰہی میں مشاغل رہتے۔

عَنْ عُثْمَانَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: عثمانؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے بھلا آدمی وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھلایا۔

تشریح: شہنشاہ حقیقی عز اسمہٗ و جل مجدہٗ کی بارگاہ میں اس شخص سے بڑھ کر کون عزت پا سکتا ہے۔ جو اس کے نازل کردہ قانون (قرآن حکیم) کو سیکھے اور لوگوں کو سکھائے کیونکہ بادشاہ کی وفاداری اور بغاوت کا دارومدار اس کے قانون کی قدرشناسی پر موقوف ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

تشریح: جس طرح زندہ اپنے ظاہر کو سنوارتا ہے اور ہر ایک تصرف کر سکتا ہے اور مردے کا ظاہر بے حس اور باطن میں سکوت و خاموشی اس پر طاری ہے۔ اسی طرح ذاکر کا ظاہر نورِ اطاعت و فرمانبرداری سے آراستہ ہے اور اس کا باطن نورِ معرفت سے روشن ہے اور غافل ظاہری اطاعت سے بیکار اور باطن میں اندھا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ (متفق علیہ)

عائشہ رض سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ جب گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

تشریح: توبہ کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) گزشتہ گناہ پر نادم (یعنی شرمندہ) اور (۲) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔ اور (۳) اب گناہ کرنے سے باز آ جائے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْہُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں

(باقی ص ۲۴ پر)

# قومی لباس اور قومی زبان

۱۳ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ ۞ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۱ء
جلد ۲۷ ۞ شمارہ ۲۳

— اس پرچے میں —



— مجلس ادارت —



دفاتر : اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور، ۶۷۵۴۵
کراچی : پہلی چورنگی ناظم آباد

بدل اشتراک سالانہ -/۶۰ روپے ششماہی -/۳۰ روپے
سہ ماہی -/۱۵ روپے، فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

صدر پاکستان نے یکم دسمبر ۱۹۸۱ء سے ہفتہ میں چند دن قومی لباس پہننے کی ہدایت کر دی ہے۔ اور اس پر عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ نیز تقریبات میں قومی لباس کو لازمی قرار دے دیا ہے —— ہفتہ کے کچھ ایام میں سابقہ لباس کی فی الحال اجازت ہے اور اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں "صاحب بہادروں" کے پاس "سوٹ" وافر مقدار میں ہیں اس طرح ان کی کھپت بھی ہو جائے گی اور وہ ٹھکانے لگ جائیں گے قومی لباس کے اس اہتمام پر ہم بہرحال مطمئن ہیں اور خوش ہیں کیونکہ اس طرح ہمارا قومی تشخص اجاگر ہو گا۔ اور ہم دنیا میں ایک زندہ و توانا قوم کی حیثیت سے جی سکیں گے۔

جناب نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات میں عقائد و عبادات کے ساتھ تہذیب و تمدن اور انسانی معاشرہ کے لئے بھی واضح احکام دئے ہیں۔ ان احکامات و ہدایات کی اصل غرض و غایت یہی ہے کہ اس طرح ایک قوم کا تشخص برقرار رہ سکتا ہے ورنہ قوم اپنی عظمت کھو کر بیٹھ جائے گی اور وہ ایک گلہ ہو گا جو بغیر راعی دنیا میں مارا مارا پھریگا اور بس —— ہم اس کے ساتھ ہی یہ عرض کریں گے کہ تعلیمی اداروں اور عام لوگوں کے لئے بھی اس قسم کی پابندیاں لازمی ہونی چاہئیں تاکہ پوری قوم ایک رنگ میں رنگی جا سکے۔ اور اس کی قومی عظمت دوبالا ہو سکے۔

قومی لباس کے اس اہتمام کے ساتھ ساتھ قومی زبان "اردو" کا اہتمام بھی از لازمی اور ضروری ہے۔ پاکستان کی تحریک کے سلسلہ میں جو نعرے سامنے آئے تھے ان میں "اردو زبان" کا بہت ذکر تذکرہ ہوتا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی سنجیدہ قدم نہ اٹھایا گیا اور جو رہنما یا حکومتیں اردو پر بہت زور دیتے تھے ان کی تقریریں اور تحریریں انگریزی میں ہوتی تھیں —— یہ منافقانہ عمل زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ہو غلط اور از حد

مضرت رساں ہے۔ موجودہ حکومت نے "مقتدرہ" کے نام سے ایک ادارہ بنایا جس کا مقصد اردو زبان کی ترویج اور ہر دائرے میں اس کے عملی نفاذ کے لئے رہنمائی ہے۔ اس ادارہ نے اپنی مختصر عمر میں جو کیا وہ سامنے ہے لیکن ہم یہ کہنے کی اجازت چاہیں گے کہ ابھی اس سلسلہ میں آپ کو بہت کچھ کرنا ہوگا "انگریزیت کا عفریت" جس بُری طرح ہم پر سوار ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔ ہمارے صاحب بہادروں کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے "اباجان" کی اس زبان ، معاملہ میں اتنا جذباتی واقع ہُوا ہے کہ اسے چھوڑنا آدابِ فرزندی کے منافی خیال کرتا ہے۔

ہمیں بسا اوقات بعض چیزیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح انگریزی سے اپنی محبت کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ آپ کسی تعلیمی ادارے کو کوئی خط لکھیں، کسی اس قسم کے ادارے سے رابطہ کریں جس کا دائرہ عمل عوام کی فلاح ہو وہ آپ کو انگریزی میں جواب مرحمت فرمائیں گے۔ اس صورت حال کو بدلنے کے لئے جرأت مندانہ اقدام ضروری ہے اور یہ لازم ہے کہ فوری طور پر آرڈیننس کے ذریعہ اس کا اہتمام کر دیا جائے اور اس کے بعد بھی جو "صاحب بہادر" انگریزی زبان کا سہارا لے اسے بیک بینی دو گوش نکال باہر کیا جائے۔

ہمیں امید ہے کہ اس طرح قومی تشخص اجاگر کرنے کا اہتمام کیا جائے گا اور ہر کام میں جرأت و برق رفتاری سے عملی اقدام کئے جائیں گے۔

---

## یہ سانحات

ملک کے مختلف شہروں میں فرقہ وارانہ بگاڑ کی اطلاعیں ملتی ہیں جب تحقیق ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں "انتظامیہ" کے صاحب بہادر ملوث ہیں۔ یہ صاحب بہادر جو ۳۵ سال سے ملک کے در و بست پر قابض ہیں ان کے طرز عمل کا اندازہ صدر مملکت کی اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یار لوگ صنعت و تجارت اور میزبی ذات کو محض ایک آں خیال کرتے ہیں۔

حالت یہ ہے کہ انتظامیہ کا کوئی بزرجمہر کسی خاص ذوق کا مالک ہے تو وہ اس ذوق کی تسکین کے لئے ملکی اور قومی ضابطوں کو پامال تک کرنے سے گریز نہیں کرتا اس کے نتیجہ میں حالات بدتر شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ گزشتہ دنوں اس قسم کے سانحات شورکوٹ اور لاہور کی اضافی بستی سانڈہ میں ہو چکے ہیں۔ یہ درست ہے کہ حکومت نے کسی حد تک اصلاح کی کوشش کی ہے لیکن وہ بہر حال ناممکن سی کوشش ہے۔ اصل ضرورت اس کی ہے کہ ہر بے گناہ کے ساتھ انصاف ہو اور اس بات کی کھوج لگائی جائے کہ وہ کون سے مکروہ چہرے ہیں جو سرکاری خزانہ سے تنخواہ لے کر ملک و قوم کے لئے مسائل پیدا کرتے ہیں۔

---

## عربی مدارس کے طلبہ

یہ خبر ازحد افسوسناک ہے کہ ذرائع مواصلات نے عربی مدارس کے طلباء کو کرایوں میں دی جانے والی رعایت ختم کر دی ہے۔ اس سلسلہ میں ان طلباء عزیز نے احتجاج کیا متعلقہ حکام سے ملے۔ حکام نے واضح کیا کہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ جب تبدیلی نہیں ہوئی تو پھر یہ رعایت منسوخ کس نے کی اور کیوں کی؟ اس سیاہ رُو کو بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا کون دے گا؟

عربی مدارس کے طلبہ کو لاوارث سمجھنے کی پالیسی ختم کرنی بہتر ہے یہ قوم کا سرمایہ ہے اور ہمیں امید ہے کہ ان کے ساتھ انصاف ہو گا!

---

### بقیہ : احادیث الرسولؐ

کرے گا کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے!

تشریح: جب رزق میں حلال اور حرام کی پرواہ نہیں رہے گی تو عبادت کی توفیق کیسے ہو گی؟ اور اگر کر بھی لی تو قبولیت کیسے پائیگی۔



## مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

# بندہ آمد از برائے بندگی

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :—

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وماخلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون - صدق اللہ العلی العظیم

محترم حضرات و معزز خواتین!

سورۂ ذاریات کی یہ آیت ہے جو آپ نے اکثر سنی اور پڑھی ہوگی۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے انسان اور اس کے ساتھ ساتھ جنات کی تخلیق کا مقصد و غایت بیان کی ہے۔ دنیا میں کوئی آدمی کیسا ہی کام کرے بے مقصد نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض مقاصد درست نہ ہوں لیکن ہر کام کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی مقصد کارفرما ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ جو احکم الحاکمین اور خلاق فطرت ہیں ان کا کوئی کام کیسے بے مقصد ہو سکتا ہے؟ اس نے ہر چیز کسی ضرورت سے بنائی اور یوں کہنا چاہئے کہ ہر چیز کو اس باغِ عالم میں اس خوبصورتی سے سجایا کہ جو دیکھتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین کہہ اٹھتا ہے—اس خالق ارض و سما کی رنگا رنگ مخلوق میں انسان کی مثال ایسی ہے جیسے باغ میں پھول—ساری کاوش تو اسی لئے ہوتی ہے کہ چمن میں پھول کھلیں سو اللہ تعالےٰ نے اپنے وسیع و عریض چمن میں اس پھول کا اہتمام کیا لیکن اس پر واضح کر دیا کہ تجھ پر میرے کرم و بخشش اتنے ہیں کہ اور کسی پر نہیں۔ مَیں نے تجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، اپنی روح تیرے اندر پھونکی اور تجھے معزز و مکرم بنایا۔ اب تیرا فرض یہ ہے کہ تو جذباتِ تشکر میں سرشار ہو کر اپنی جبینِ نیاز، اپنے اعضاء و جوارح اور اپنی سوچ و فکر سب کچھ کو میری چوکھٹ پر جھکا دے اور قربان کر دے—

اس آیت پاک کا یہی مفہوم ہے اور حضرت حق فرما رہے ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو کسی خاص مقصد کے تحت بنایا لیکن اے انسان! تجھے اپنی خاطر بنایا—تیرا فرض ہے کہ تو بھی ہمارا ہی بن کر رہے۔ ہمارے سوا کسی سے تیرا تعلق نہ ہو۔ تیرا جینا مرنا ہماری خاطر ہو۔ تیرے دل میں میرا بسیرا ہو اور تیری روح میں ہماری یاد رچی بسی ہو۔ انسان جب اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے اور خدائے واحد و بزرگ کے آستانہ قدس پر دل کی گہرائیوں سے جُھک جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ تُو میرا ہو گیا تو مَیں تیرا ہو گیا۔ من کان للہ کان اللہ لہٗ تو مجھے یاد کرتا ہے مَیں تجھے یاد کرتا ہوں۔ مَیں تیری آنکھیں تیرے کان اور تیرے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ تو تنہائی میں مجھے یاد کرتا ہے، تو مَیں قدسیوں کی مجلس میں تیرا ذکر کرتا اور تجھ پر فخر کرتا ہوں۔

اندازہ لگائیں انسان کا ایک عمل اس کے رفع درجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ وضو کرتا ہے تو ہر ہر عضو دھونے سے اس عضو کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں، نماز پڑھتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اب تو میرے سب سے زیادہ قریب ہے

(باقی ۲۲ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب ملوی

# سب سے اچھی بات

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

محترم حضرات او معزز خواتین! سورۃ حٰم سجدہ کی ایک آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس آیت کا نمبر ۳۳ اور رکوع ۵ ہے۔ اس سورۃ کا خلاصہ و عنوان بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ "دعوت الی القرآن" ہے۔ قرآن رب العزت کی ان چار مہتم بالشان کتابوں میں سے ایک ہے جو اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں لیکن اس کا امتیاز یہ ہے کہ باقی تین کتابیں توریت، انجیل، زبور انسانوں کے مخصوص طبقات کے لئے تھیں۔ تو یہ ساری انسانی نوع کے لئے ہے اسی طرح وہ کتابیں ایک خاص وقت کے بعد اپنی اصل شکل میں ملنی مشکل ہو گئیں اور ان کے نام لیواؤں نے ہی ان میں تحریف کا ایسا کھیل کھیلا کہ توبہ بھلی۔ لیکن قرآن ہے کہ اس کے نزول پر چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اور بحمد اللہ تعالےٰ اسے مٹانے یا اس میں کسی قسم کی تبدیلی و تحریف وہ لفظی ہو یا معنوی کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکی اور نہ آئندہ کوئی اس قسم کی جرأت و جسارت کر سکے گا۔ ایک طبقہ جو اپنے کو "مومن" کہلاتا ہے لیکن درپردہ وہ ان یہود و منافقین کا وارث ہے جو حضور علیہ السلام کے دورِ حیات میں اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھے، اسی طبقہ نے اور اس کے زعماء نے اپنے نام نہاد مذہبی لٹریچر میں قرآن عزیز کی نامکمل تصویر کی خاکہ کشی کرنے کی بہت کوشش کی اور چاہا کہ لوگوں کو یقین دلا دیں کہ یہ قرآن اپنی اصل شکل میں موجود نہیں لیکن امت نے ان کے اسی قسم کی خرافات کے سبب انہیں اپنے جسدِ ملّی سے سرطان کے پھوڑے کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔ اور وہ اس بھونڈے و لایعنی دعوے کو کسی طرح بھی ثابت نہ کر سکے۔ اور کوئی کیسے ثابت کر سکتا ہے جب کہ اس کا اتارنے والا اس کی مکمل تصویر اور اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیتا اور بار بار اعلان کرتا ہے۔

## دعوت سے مقصود

بہر حال پانچواں رکوع جس میں یہ آیت واقع ہے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس کا موضوع دعوت الی القرآن قرار دیا اور بتلایا کہ اس دعوت سے مقصود دعوتِ توحید ہے اور اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے بطورِ دلیل اپنے انعامات اور عطایا کو ذکر فرمایا ہے —— واقعہ ایسا ہی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی نکتہ وہ توحید خداوندی ہی ہے اور اسی کی غرض سے خدائے عزّ و جل نے حضرات انبیاء کو دنیا میں بھیجا اور اسی بات کو سب سے اچھی بات کہا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے :-

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کئے اور کہا بے شک میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

(حضرت لاہوریؒ)



## دعوت و فرمانبرداری

گویا اللہ تعالےٰ نے اس شخص کی بات کو سب سے اچھی بات قرار دیا جو اللہ کی طرف بلاتا ہے لیکن اس حال میں کہ اس کا عمل و کردار اس کے قول و قرار کا ترجمان ہو اور ان میں کوئی تفاوت و فرق نہ ہو۔ اس لئے کہ قول و قرار اور عمل و کردار میں تفاوت و تضاد تو سراسر منافقت ہے اور یہ دو عملی اللہ تعالےٰ کو کسی طرح گوارا نہیں۔ دعوت کے معاملہ میں سب سے بلند کردار حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کام پہ ہی مامور تھے۔ انہیں حضرت حق نے اپنے بندوں میں سے چھانٹا اور منتخب کیا اور یہ ان کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ نسل انسانی کو خدا کی طرف بلائیں اور اس بات کی ترغیب دیں۔ ان حضرات نے جہاں ہر جگہ اور ہر مقام پر دعوت کا فریضہ سرانجام دیا وہاں اپنے عمل و کردار سے مجسم دعوت بن گئے۔ انہوں نے اپنے ان تمام علائق و تعلقات کو قربان کر دیا جو اس دعوت کے منافی تھے۔ یعنی انہوں نے صرف زبان سے ہی دعوت نہیں دی۔ عملاً بھی دعوت کا نمونہ پیش کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیں وہ اتمامِ حجت کی غرض سے دعوت کا کام کرتے ہیں اور پورے اہتمام سے لیکن جب صورتِ حال ایسی ہو گئی کہ انہوں نے ضرورت محسوس کی تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر "ہجرت" اختیار کر لی "وقال انی مھاجر الی ربی"۔ نیز انہی کے ضمن میں ارشاد ہے۔ "واعتزلکم و ما تدعون من دون اللہ" یعنی میں تمہیں چھوڑتا ہوں اور انہیں بھی جنہیں تم اللہ تعالےٰ کے سوا پکارتے ہو —— اسی طرح سورہ ممتحنہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا انا برآء منکم و مما تعبدون من دون اللہ "ہم تم سے اور ان سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ تعالےٰ کے سوا پکارتے ہو۔

وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے انبیاء علیہم السلام کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ انہوں نے دعوت کا کام بغیر کسی مزدور مزدوری کیا، کوئی لالچ، کوئی منفعت ان کے سامنے نہ تھی اور ضرورت پڑنے پر سب کچھ قربان کر دیا۔ حتیٰ کہ ایسے انبیاء ہیں جنہیں اپنا خون مقدس قربان کرنا پڑا تو اس سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور اس سلسلے کی آخری کڑی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم ہیں۔ اس راہ عشق و جنوں میں آپ کو کیا کچھ برداشت نہیں کرنا پڑا لیکن سب کچھ برداشت کیا پھر اپنے مقصد سے انحراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔

محترم حضرات! امت محمدیہ امم ماضیہ و سابقہ کے مقابلہ میں جن امتیازات سے نوازی گئی ان کا خالص نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس میں بنیادی بات یہی نظر آتی ہے جسے "دعوت الی اللہ" کہا جاتا ہے اور جسے ہم نے قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے "سب سے اچھی بات" قرار دیا۔ سورہ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں یہی ارشاد ہے۔ امت من حیث المجموع جب اپنے فرائض سے آگاہ رہی اور اس پر عمل پیرا رہی، تو اس پہ خیر غالب رہا لیکن جب اس کے قول و قرار اور عمل و کردار میں تفاوت و تضاد آ گیا اور مجموعی طور پر اس نے ان فرائض سے ہاتھ کھینچ لیا تو ایسی مصائب کا شکار ہوئی کہ اس سے نجات کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ آج امت محمدیہ میں جو انتشار ہے۔ اس کی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ آسمانی و زمینی بلایا اور آفتوں نے اس کے گھر ڈیرا لگا لیا ہے تو آپ سائنسی طور پر اس کے ضرور عوامل تلاش کریں لیکن ایک خادم قرآن کی بات بگوش ہوش

(باقی ۱۲ پر)

## ایک حدیث

محمد سعید الرحمٰن علوی

# جھوٹی شہادت

نشریہ ریڈیو پاکستان لاہور
۲ر دسمبر ۱۹۸۱ء
۵ بجے شام

عَن خریم بن فاتك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلّی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم صلوٰۃ الصبح فلما انصرف قام قائمًا فقال عُدِلَتْ شھادۃُ الزُّوْرِ بالاشراك باللہ ثلث مرّاتٍ ثمّ قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفا للہ غیر مشرکین بہ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت دو ائمہ حدیث امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے صاحب مشکوٰۃ نے ص۳۲۸ پر نقل کی جبکہ یہی روایت حضرت ایمن بن خریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام احمد اور امام ترمذی علیہما الرحمہ نے نقل کی ہے۔ اس روایت میں جھوٹی شہادت کی قباحت و شناعت ذکر کی گئی ہے اور شرک جیسے بدترین اور ناقابل معافی جرم کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

روایت کے راوی ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب نبی مکرم، رسول رحمت قائدنا الاعظم محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی تو قبلہ رخ سے پھر کر اپنا چہرہ انور نمازیوں کی طرف متوجہ کیا اور یہی ضابطہ اور طریقہ ہے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوگئے اور یوں ارشاد فرمایا۔ کہ "شہادۃ زور" یعنی جھوٹی گواہی شرک کے برابر قرار دے دی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے استشہادا قرآن عزیز کی سورہ حج کی آیت $\frac{۳۰}{۳۱}$ کا یہ ٹکڑا تلاوت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفا للہ غیر مشرکین بہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے لوگو! تم بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو اور تمہاری حالت یہ ہو کہ تم صرف اللہ ہی کے ہو کر رہو اور اس کے ساتھ شریک مقرر کرنے والے نہ ہو۔"

شرک جتنا کچھ مکروہ اور قبیح عمل ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبح قیامت میں اس گناہ کے ناقابل معافی ہونے کا واضح طور پر قرآن عزیز میں اعلان کر دیا۔ چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو یعنی مختلف پتھروں اور دھاتوں کے معبود بنا کر انہیں شریک خدائی قرار دے دیا جائے۔ کسی کو اس کا بیٹا سمجھ لیا جائے کسی کو اس کی طرح عالم الغیب اور تمام امور میں متصرف سمجھا جائے۔ ہر وقت اور ہر مقام پر کسی کی موجودگی کا دعوےٰ کیا جائے، کسی سے اسی طرح دعائیں اور فریادیں کی جائیں، جس طرح اللہ رب العزت سے کی جاتی ہیں۔ اس کے گھر "بیت اللہ" کی طرح کسی دوسری جگہ کا طواف کیا جائے یہ سب شرک کی صورتیں ہیں اور ناقابل معافی جرم۔

سورۂ حج کی اسی آیت سے متصل فرمایا۔ ومن یشرك باللہ فکانما خرّ من السّماء فتخطفہُ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق۔ یعنی جو اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتا ہے اس کا حال ایسے ہے جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر یا تو اسے گوشت خور پرندوں نے اچک لیا اور یا ہوا نے کسی دور دراز مقام پر لے جا کر پھینک دیا۔ — اندازہ فرمایا کہ مشرک کس طرح بے ننگ و نام ہو کر رہ جاتا ہے اور کس طرح رسوائی کا شکار ہوتا ہے۔



اللہ تعالےٰ کے آخری پیغمبر جو خدا کی مخلوق میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اور کسی ماں نے ان سے زیادہ سچا انسان جنم نہیں دیا وہ فرماتے ہیں کہ "جھوٹی شہادت" اس شرک جیسے گناہ کے برابر قرار دے دی گئی ہے۔ اور یہ بات مسجد نبوی کے مصلی پر نماز فجر کے بعد ارشاد فرمائی گی۔ جس سے اس کی اور زیادہ اہمیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد لوگوں سے ان کے مسائل معلوم فرماتے اور ان کی رہنمائی ہوتی نیز کوئی اہم ترین معاملہ درپیش ہوتا تو وہ بھی اسی وقت ارشاد فرمایا جاتا — اور پھر جھوٹی شہادت سے متعلق یہ ایک فرمانِ نبوی تو نہیں دسیوں ارشادات ہیں جو ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں — مثلاً حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک روایت امام ترمذی قدس سرہ نے نقل کی جس میں الکبائر یعنی بڑے بڑے گناہوں کا ذکر ہے اور وہ بقول نبی امی علیہ السلام یہ ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم و گواہی دینا۔

اسی حدیث میں ہے کہ جس شخص نے قسم میں مچھر کے پر کے برابر جھوٹ بولا اور جھوٹ کی آمیزش کی تو اس کے دل میں قیامت تک کے لئے ایک داغ ندامت و خجالت لگا دیا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت امام مالک، امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے نقل کی جس میں ارشاد نبوی ہے کہ ایک سبز مسواک جیسی معمولی چیز کے لئے جھوٹی قسم کھا لینے والا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

قرآن عزیز نے سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۹ میں باہمی قرضوں وغیرہ سے متعلق دستاویز لکھنے اور ان پر دو گواہوں کی گواہی ثبت کرنے کا حکم دیا۔ اور گواہوں کو ہدایت کی کہ اگر کسی وقت نزاع کی شکل پیدا ہو جائے یا کسی دوسرے سبب سے تمہیں بلایا جائے تو انکار مت کرو۔ اس لئے کہ گواہی بڑا مقدس عمل ہے اور اسے چھپانا سنگین قسم کا جرم اور زیادتی ہے۔ یہ اللہ سے اور اس کے بندوں سے خیانت ہے۔ لیکن آگے چل کر یہ بھی واضح کر دیا دستاویز لکھنے والے یا گواہ کو کوئی بھی فریق کسی طرح نقصان نہ پہنچائے، انہیں دق نہ کرے، ان پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہ کرے اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا یعنی ان پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریگا۔ یا کاتب و گواہ کو پریشان کرے گا۔ تو یہ فسق و گناہ کا کام ہے۔

اسی طرح اس رکوع میں آگے چل کر ارشاد ہے کہ شہادت چھپاؤ مت، اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل مجرم و خاطی ہے۔

الغرض قرآن اور احادیث ان معاملات کو بڑی وضاحت سے ذکر کرتے ہیں جو معاشرتی فلاح کا زبردست ذریعہ ہیں۔ شہادت چھپانا یا اس میں جھوٹ کی آمیزش کتنے ہی سنگین جرائم کا ذریعہ بن جاتی ہے اس سے کسی کا حق ضائع ہو جاتا ہے کسی کو خواہ مخواہ فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ شہادت کی بنیاد پر عدالت فیصلہ پر مجبور ہو گی لیکن آئندہ چل کر عدالت کی شہرت داغدار ہو گی کہ اندر کی بات تو عام لوگوں کو معلوم نہ ہو گی۔ اسی طرح فریقین میں نزاع بڑھے گا، جدال و قتال تک نوبت پہنچ سکتی ہے اور دسیوں قسم کے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں اس لئے محسن انسانیت علیہ السلام نے

**جھوٹی شہادت**

سے روکا اور سختی سے تنبیہ کی اور

یہی منشا ہے اس حدیث نبویؐ کا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق دے۔

# جنّت کے طالب کو چار چیزوں سے بچنے کی ہدایت

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ

حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنِ جُتَنَبَ اَرْبَعًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ جو شخص چار چیزوں سے بچے گا۔ وہ جنّت میں جائے گا۔

(جامع الصغیر السیوطی رح صـ۲۷)

## ۱۔ اَلدِّمَا۔ قتل و خونریزی نہ کریں

یعنی کسی کا ناحق خون نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :۔

ترجمہ : اور جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرنا (بنی اسرائیل ۳۳)

حجۃ الوداع کے خطبہ مبارک منجملہ دیگر ارشادات گرامی کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"اے مسلمانو! آگاہ ہو جاؤ یقیناً تمہارے خون (جانیں) اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں، آپس میں تم پر ایسی ہی محترم (واجب الاحترام) ہیں جیسا کہ تمہارے لے آج کا دن (یوم عرفہ) کی حرمت تمہارے اس محترم شہر (مکہ مکرمہ) میں تمہارے اس قابل عظمت مہینہ (ذوالحجہ) ہیں —— اور (ارشاد فرمایا) تم لوگ عنقریب (قیامت کے دن میدانِ حشر میں) اپنے پروردگار سے ملاقات کروگے تو تمہارا رب تم سے تمہارے اعمال دریافت کرے گا (اور انسانوں کے عمل کی جانچ پڑتال اور بازپرس ہوگی) تو تم ہرگز میرے دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد گمراہ نہ ہو جانا ایسے کہ ایک دوسرے کے درپے قتل اور خون کے پیاسے ہو کر گردنیں مارنے لگو۔" (صحیح مسلم)

نیز حدیث شریف میں جن سات مہلک امور سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ :۔

"ہر اس شخص کو قتل کرنا، جس کا خون بہانا اللہ نے حرام کیا ہے بجز حقوقِ اسلام کے۔" (ایضاً)

ہر گناہ کے متعلق یہ امید کی جا سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ اس کو بخش دے گا۔ لیکن کفر پر مرنا، اور کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر دینا یہ دونوں جرم ناقابلِ معافی ہیں۔ (دوزخ کا کھٹکا از مولانا احمد سعید دہلوی رح بحوالہ ترمذی)

"قاتل کا فرض اور نفل کچھ بھی قبول نہیں ہوتے۔"

(ایضاً بحوالہ ابوداؤد)

"قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔"

(ایضاً بحوالہ بخاری)

"اگر سارے زمین اور آسمان والے مل کر کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کریں گے تو اللہ تعالےٰ قیامت کے روز ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔"

(ایضاً بحوالہ طبرانی)

## ۲۔ والاموال۔ ناحق لوگوں سے مال نہ لیں

یعنی ناحق اور ظلم کے ذریعہ لوگوں کے مالوں پر قبضہ نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے کہ :

(ترجمہ) ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔

(البقرہ آیت ۱۸۸)

یعنی حرام مال سے روزہ "مدت العمر" کے لئے ہے۔ اس کے لئے کوئی حد نہیں۔ جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائز یا سود وغیرہ، ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل "حرام" اور "ناجائز" ہے۔ (شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح)

### حرام کھانے والے کے لئے دوزخ کی وعید ہے

**حدیث :** وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہو، جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس گوشت نے حرام (مال) سے نشو و نما حاصل کی ہو وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔ (مشکوٰۃ)

**حدیث :** لوگ لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا کھانا حرام، کپڑا حرام کا ہے، پھر ایسے لوگوں کی دعا کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ (دوزخ کا کھٹکا از مولانا احمد سعید دہلوی رح (بحوالہ مسلم و ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب یہ آیت شریف تلاوت کی گئی :۔

"اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں" (البقرہ آیت ۶۸)

تو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے دعا فرمائیے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں۔ (اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول کیا کرے) آپ نے فرمایا۔ "اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے رہو۔ تو مستجاب الدعوات ہو جاؤگے۔ قسم ہے اس اللہ (تعالیٰ) کی جس کے ہاتھ میں محمّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) کی جان ہے، جو انسان اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جو گوشت حرام سے پلا ہے وہ جہنم کی آگ کے لائق ہے۔" (تفسیر ابن کثیر رح)

حضرت شیخ ابراہیم دسوقی قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرام کھانا عمل کو روک دیتا ہے اور دین کو کمزور بنا دیتا ہے۔ حرام بیتاری کے عمل کو بگاڑ دیتا ہے۔ حرام کھانا عمل کرنے والے کے عمل کو خراب کر دیتا ہے۔ (طبقات الکبریٰ)

حضرت سہل تستری قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو حلال نہ کھاتا ہوگا اس کے قلب سے حجاب نہ اٹھے گا اور جلد جلد اس پر بلائیں آتی رہیں گی۔ اور اس کی نماز اس کو فائدہ نہ دے گی اور نہ اس کا روزہ اور اس کی زکوٰۃ فائدہ دیں گے۔" (طبقات الکبریٰ)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "حرام کے ایک پیسے کا واپس کر دینا ایک سو پیسے صدقہ کرنے سے افضل ہے۔" (حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح)

## ۳۔ وَالْفُرُوْجُ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا

یعنی اپنی بیوی کے سوا دوسری عورت کے پاس نہ جائیں۔

کامیاب ہونے والے مومنوں کا ایک وصف یہ بھی ہے "اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے"

المومنون آیت ۵-۶)

مسلمان عورتوں سے جن باتوں کی حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم بیعت لیا کرتے تھے ان میں سے ایک ہے وَلَا یَزْنِیْنَ (الممتحنہ آیت ۱۲) اور زنا نہ کریں گی۔

نیز اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے کہ "اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔"

(بنی اسرائیل۔ آیت ۳۲)

نیز عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کے جو اوصافِ حمیدہ بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک وصف یہ ہے (وَلَا یَزْنُوْنَ)

اور وہ زنا نہیں کرتے۔

(الفرقان آیت ۶۸)

## احادیث

۱۔ اپنی نگاہ کو روکو، اور شرمگاہ کی پوری حفاظت کرو۔ ورنہ خدا تمہاری شکلیں بگاڑ دے گا۔ (طبرانی)

۲۔ سب سے زیادہ جو گناہ انسان کو جہنم کے مستحق بناتے ہیں۔ وہ زبان اور شرمگاہ کے ہیں۔ یعنی زنا، لواطت، جھوٹ وغیرہ۔ ان افعال کا ارتکاب بکثرت ہوتا ہے اور یہی موجبِ جہنم ہیں۔

۳۔ جب زنا پھیل جائے تو فقر و مسکنت اور ذلت بھی عام ہو جائیں گی۔ (بزار، ابویعلیٰ)

یہ پیشین گوئی آج کل بالکل صادق ہے۔ مسلمانوں کی ذلت کے اسباب میں سے ایک حرام کاری بھی ہے۔ جس کا رواج آج کل علی الاعلان ہے۔

۴۔ میں نے شب معراج میں دیکھا کہ لوگوں کی کھال قینچیوں سے کاٹی جا رہی ہے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو زنا کرتے ہیں۔ (بیہقی)

(دوزخ کا کھٹکا از مولانا سعید احمد دہلویؒ)

### ۴۔ وَالْاَشْرِبَۃُ

اور کوئی نشہ والی چیز نہ پئیں

نشہ آور چیزوں میں سے ایک ام الخبائث شراب ہے جو حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔"

حدیث :۔ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔ (صحیح مسلم شریف)

ترجمہ: ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔

حدیث: جس شخص نے شراب پی دنیا میں وہ شرابِ طہور آخرت میں ہرگز نہ پئے گا۔ مگر یہ کہ وہ (اپنی زندگی میں شراب پینے سے) توبہ کرے۔ (ایضاً)

تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی، دوسرا قاطع رحم، تیسرا جادو کی تصدیق کرنیوالا۔

جو شراب سے توبہ کئے بغیر مر جائے گا اس کو قیامت میں "غوطہ" کا پانی پلایا جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا غوطہ کیا ہے؟ فرمایا غوطہ ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرم گاہوں کا کچ لہو (پیپ) بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبو ہو گی کہ اس سے اہل دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ (دوزخ کا کھٹکا از حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ)

جب میری امت میں پانچ باتیں شروع ہو جائیں گی تو یہ تباہ کر دی جاتے گی:۔

۱۔ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا (۲) شراب کا بکثرت پینا (۳) ریشمی کپڑوں کا پہننا (۴) گانے والیوں کی کثرت اور ان کا اجتماع (۵) مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے اپنی خواہش پوری کر لینا یعنی لواطت و مساحقت (اغلام و چپٹی بازی) (ایضاً)

اللہ تعالےٰ ہمیں ان برائیوں سے بچائیے۔ آمین!

بقیہ : خطبہ جمعہ

سن لیں کہ یہ سب آفات بنیادی طور پہ اس اساسی مقصد سے انحراف کا نتیجہ ہیں اور اس پر حضور علیہ السلام کے متعدد ارشادات پیش کئے جا سکتے ہیں۔

تطویل کلام سے بچتے ہوئے بس یہی عرض کروں گا کہ دعوت الی اللہ اور عمل صالح اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا جائزہ لیں اور اس میں جو بھول اور نقص ہیں ان کو دور کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ اللہ تعالےٰ کی تائید کے مستحق ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔

خدائے بزرگ و برتر مجھے آپ سب کو اپنی مرضیات کا پابند بنائے — وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!



# قرآن مجید

عظمت اور آداب

محمد منصور الزمان

قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلامِ مجید ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس امت پر جو خصوصی احسانات فرمائے ہیں۔ قرآن کریم بھی انہی کا ایک حصہ ہے۔

بعض مغربی مصنفین نے اپنے جہل کا ثبوت دیتے ہوئے قرآن کریم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور آنحضرتؐ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ یہ قطعی غلط اور مسلمان کے لئے کفر کی بات ہے۔ قرآن کریم کلامِ الٰہی ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بصورت وحی نازل ہوا ہے۔

قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے

تزین حکایات بھی نازل فرمائی گئیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں اور مستقبل کا علم بھی ہے۔ مثال کے طور پر اصحاب کہف اور سابقہ پیغمبران کرام کے واقعات ہیں اور مستقبل کے حالات مثلاً روم کی فتح کی خوش خبری بھی ہے۔ حیات بعد ممات اور روزِ حساب جنت وجہنم کی تفصیل بھی ہے۔ اصل میں قرآن کریم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حیات بعدِ ممات کا اظہار اور اقرار ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کو جس نے تسلیم کیا۔ اس کے لئے مکمل ضابطۂ حیات اور زندگی گذارنے کا طریقہ ہے۔

محسنِ انسانیت فخر کائنات صلی اللہ علیہ

۱ — یہ پروردگار عالم کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں دھوکہ نہیں ہے۔ (سورۃ السجدہ پ۲۱)

۲ — تمہارے پاس اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے روشن اور واضح کتاب آئی ہے (المائدہ پ۶)

۳ — یہ خدائے زبردست ومہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ (یونس پ۱۱)

۴ — رسولؐ کے ذمہ تو صرف (قرآن) پہنچانا ہے۔ (المائدہ پ۷)

۵ — آپ کہہ دیجئے کہ میرا کام نہیں کہ اپنی طرف سے اس کو بدل دوں۔ میں

**قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت، رموز ومعنی اس کا اندازِ بیان دشمنانِ حق کے لئے آج بھی چیلنج ہے**

اور دین ودنیا کے جملہ امور میں رہنمائی کرنے والا ہے۔ یہ حضور اکرمؐ کا ایک معجزہ ہے۔ قرآن کریم کی فصاحت بلاغت رموز ومعنی اس کا اندازِ بیان تمام دنیا کے لئے آج بھی چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

وحی کے تحت قرآن شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گذشتہ اور قدیم

وسلم ان معنوں میں مجسّم قرآن تھے کہ آنحضرتؐ اس ضابطۂ حیات پر مکمل عمل پیرا رہے اور آج تک جو بھی مسلمان اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ حضورؐ کی ہی سنت مبارکہ ہے۔

### کلامِ الٰہی

قرآنِ کریم اللہ جل جلالہ کا کلام اور اس کی جانب سے نازل ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہوا ہے:۔

وحی کی تابعداری کرتا ہوں۔ (یونس پ۱۱)

### نبی اُمّیؐ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

۱ — وہ نبی تو اُمّی (اَن پڑھ) تھے۔ (الاعراف پ۹)

۲ — اے نبی اس سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے سے لکھتے تھے۔ (العنکبوت پ۲۱)

۳ ۔ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب خدا اور ایمان باللہ کیا چیز ہے۔ (الشوریٰ پ۲۵)

ان واضح اور صاف ارشادات سے ثابت ہے کہ کلامِ الٰہی اللہ جل شانہٗ کا کلام اور کتاب ہے اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر تھے کہ جن کے ذمہ یہ تعلیم مخلوقِ خدا تک پہنچانا تھا۔ اگر اس کے بعد بھی کسی کو یقین نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :۔

"اگر تم کو اس کتاب کے متعلق جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری ہے۔ کچھ شک ہے تو خدا کے سوا اپنے تمام حمایتوں کو بلا کر اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔" (البقرہ پ۱)

**حفاظتِ قرآن**

قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔ اس کا ثبوت دنیا کے گوشہ گوشہ میں حفاظ کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دنیا کی ہر بستی میں حافظِ قرآن موجود ہیں۔ انتہا یہ کہ مستورات بھی حافظ قرآن ہیں۔

دنیا کی کوئی کتاب اس تعداد میں حِفظ نہیں کی جاتی۔ جس تعداد میں قرآن کریم حفظ ہے۔ ظاہر ہے کہ ابتدائی عمر میں چھوٹے بچے تین چار برس میں بآسانی قرآن کریم حفظ کر کے جو ثبوت پیش کرتے ہیں۔ وہ اسی ارشاد باری کا اعجاز ہے۔ یہ قرآن کریم کی برکت اور معجزہ ہے۔ جو آج بھی الحمد للہ جاری ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

۱ ۔ ہم نے آپ پر یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر پ۱۴)

۲ ۔ اس کو جمع کرنا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ (القیامتہ پ۲۹)

۳ ۔ بلکہ قرآن کی یہ صاف آیات ان کے سینہ میں ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے۔ (العنکبوت پ۲۱)

**عظمتِ قرآن**

قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خشیتِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا صریح انعام اور اکرام ہے کہ انسان قرآنِ کریم کا حافظ اور اس کی تلاوت کرتا ہے اور اپنی نیت کے مطابق فوائد بھی پاتا ہے۔

**عمل اور احترام**

قرآن کریم پر عمل کرنا ایک عمدہ بات ہے اور اس کی عزت و احترام کرنا دوسری چیز ہے۔ جس نے عمل کر لیا۔ وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور اس کا حق ادا کر دیا اور جس نے عمل نہیں کیا۔ لیکن اس کی عزت کی اور احترام کیا۔ اس سے محبت کی۔ وہ بھی اپنی نیّت کے مطابق انعام پاتا ہے۔ ایسی لاتعداد مثالیں ہمارے معاشرہ میں رات دن سامنے آتی ہیں۔ کہ قرآن کریم کی عزت و محبت کے باعث مخلوقِ خدا کو عزت اور منصب ملے۔ اور تکالیف سے نجات ملی۔ اس انعام کے حاصل کرنے میں مسلمان اور غیر مسلم کی تمیز بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم بھی اس کی عزت و اکرام کرے گا تو وہ بھی دنیا میں اپنا انعام پا لے گا۔ کیونکہ یہ آخرت کا قائل نہیں۔ اس لئے اس کا انعام اسے دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔

دوسری صورت میں خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اگر قرآن پاک کی بے حرمتی کے جرم کا سزاوار ہوتا ہے تو اس کا خمیازہ بھگتتا ہے۔ اگر مسلمان ہے تو دنیا و آخرت دونوں میں تکلیف اٹھاتے گا۔

**اصل مقصد**

دنیاوی خیر و برکت ایک اضافی چیز ہے۔ قرآن کریم کا اصل مقصد ہدایت اور دین و دنیا کے لئے انسانیت کا طریقہ ظاہر کرنا ہے۔ انسان کی پیدائش سے موت تک اس کا طریق متعین کر دیا گیا ہے۔ تعلیم و تربیت نکاح و طلاق۔ تجارت و ملازمت۔ معاشرت و معیشت۔ صنعت و زراعت وصیّت وراثت۔ غرض کہ ہر شعبہ میں ہدایت موجود ہے۔ جس پر عمل کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ جس نے جس حد تک عمل کیا۔ وہ اس کے مطابق فوائد حاصل کریگا اس کے علاوہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔ حساب و کتاب کا ہونا۔ جنّت و جہنم کا وجود اور اس کی تفصیلات ظاہر کرنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

**ہدایت یافتہ**

قرآن کریم سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنا کس طرح ممکن ہے اور کون لوگ ہیں کہ جو اس سے پورا پورا استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کی تفصیل قرآن میں موجود ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ کہلائیں گے۔

سورہ البقرہ کی سب سے پہلی آیت یعنی ابتدآ قرآن کریم کی پہلی سطر اسی مضمون کی ہے :۔

الٓمّٓ۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ جو رزق



ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے۔ (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں۔ فلاح پانے والے ہیں۔ (البقرہ پ۱)

**وضاحت**

قرآن کریم کی پہلی سورۃ، سورۃ فاتحہ یا الحمد شریف ہے۔ سورۃ البقرہ دوسری سورۃ ہے۔ لیکن الحمد شریف بندہ کی زبان سے اللہ تعالےٰ کی تعریف تدوثنا اور دعا، ہدایت و نجات ہے۔ یہ سورۃ شریفہ بندوں کو تعلیم کی گئی ہے کہ اس طرح دُعا مانگا کرو۔ کیونکہ یہ مضمون مخلوق کی جانب سے خالق کی خدمت میں التماس کی صورت ہے۔ اس لئے سورۃ البقرہ وہ پہلی صورت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے احکامات کا نزول فرمایا ہے۔ اور اس سورۃ میں سب سے پہلے جو مضمون ہے۔ وہ یہی ہے کہ کس کو فائدہ حاصل ہو گا۔ اور کس کو ہدایت حاصل ہوگی۔

**مفہوم**

سورۃ بقر کی یہ ابتدائی آیات واضح کرتی ہیں کہ بلاشبہ قرآن کریم ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے لیکن یہ ہدایت کس کو حاصل ہو گی اور کون اس سے خاطر خواہ استفادہ کر سکے گا۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص یہ دولت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ قرآن مجید عیسائی آریہ سماجی۔ مرزائی اور دیگر غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کا پڑھنا نعوذ باللہ اعتراض اور اغلاط تلاش کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کہ یہ لوگ قطعی ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ بلکہ اعتراض کرنے والے ہیں۔ جس کا خمیازہ دنیا و آخرت میں ان کو اٹھانا پڑے گا۔ یہی صورت نام نہاد مسلمانوں اور منافقوں کے لئے بھی ہے۔

، ایک دوسرا گروہ اور ہے۔ جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا۔ اس پر عمل بھی نہیں کرتا لیکن اس کی عزت و احترام کرتا ہے۔ اس طرح وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ الہامی کتاب ہے۔ یہ گروہ جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ بلاشبہ قرآن کریم کے فیوض اور برکات سے مالا مال ہوں گے۔ لیکن ہدایت اور رہنمائی ان کا حصہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہدایت اور رہنمائی جن کو حاصل ہو گی۔ وہ لوگ قرآن کریم کے مطابق ان لوگوں کو حاصل ہوگی۔ کہ جو متقی ہوں۔ غیب پر ایمان رکھتے ہوں۔ نماز قائم رکھتے ہوں اور خیرات و زکوٰۃ ادا کرتے ہوں اور جو کتابیں مثلاً زبور۔ توریت۔ انجیل وغیرہ پیشتر انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ ان پر ایمان رکھتے ہوں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت پر یعنی یوم حساب اور اس کے بعد والی زندگی پر یقین رکھتے ہوں۔ یہی جماعت فلاح پانے والی ہے۔

**کافر و منکر**

رہے اعتراض اور اغلاط تلاش کرنے والے اور کافر اور منکر کہ جو ظاہر میں کفر و شرک کرتے ہوں یا منافق ہوں ظاہر و باطن میں فرق ہو۔ ان کے لئے قرآن کریم میں کوئی ہدایت نہیں۔ الّا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق عطا فرماتے اور وہ ایمان لے آتے۔ ارشاد باری ہے :۔

جن لوگوں نے (ان باتوں کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا۔ ان کے لئے یکساں ہے۔ خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو. بہرحال وہ ماننے والے نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔ (البقرہ پ۱)

**آدابِ تلاوت**

قرآن کریم جس عزت و احترام کا مستحق ہے. وہ تو حقیقت میں صرف اس پر عمل پیرا ہو کر ہی ادا ہو سکتی ہے۔ لیکن ظاہری اطوار میں بھی اس کے آداب مقرر ہیں۔ مثلاً ناپاکی کی حالت میں اسے ہاتھ لگانا یا چھونا سخت گناہ ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم کی تلاوۃ کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے۔ جسم و لباس اور جگہ کی پاکی کے ساتھ ساتھ وضو بھی لازمی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اس کو بجز پاکوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔" (الواقعہ پ۲۷)

قرآن پاک پر جزدان اور چولی چڑھانا اسی احتیاط کی وجہ سے ہے کہ کسی وقت بغیر وضو ہاتھ نہ لگ جائے۔ واضح رہے کہ بغیر وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔ تاہم حافظِ قرآن بغیر ہاتھ لگائے قرآن پاک کی تلاوت بغیر وضو بھی کر سکتا ہے۔ لیکن افضل یہی ہے کہ وضو کر لیا جائے۔

اس کے علاوہ قرآنِ پاک کی تلاوت کے لئے حسبِ ذیل ہدایات خود قرآنِ پاک سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

۱۔ سو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ کیونکہ اس کا قابو ان پر نہیں چلتا۔ جو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (النحل پ۱۴)

# شیطان ان چیزوں سے تمہاری دُنیا و آخرت تباہ کر دینا چاہتا ہے!

# جوا - قمار

حضرت مُفتی محمد شفیع رح

## قمار کی تعریف

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائرہ مبہم ہو اصطلاح شرح میں قمار اور میسر کہلاتا ہے۔ اُردو زبان میں اس کو جُوا کہا جاتا ہے۔ جیسے دو شخص آپس میں بازی لگائیں کہ تم آگے بڑھ گئے تو میں تم کو ایک ہزار روپیہ دوں گا اور میں بڑھ گیا تو تمہیں ایک ہزار دینے پڑیں گے۔ یا اس طرح کہ اگر آج بارش ہو گئی تو تم ایک ہزار روپے مجھے دینا اور اگر نہ ہوئی تو میں تم کو دوں گا۔

یا بند ڈبے ایک مقررہ قیمت مثلاً چار آنہ فی ڈبہ کے حساب سے فروخت کئے جائیں۔ کسی ڈبہ میں پانچ روپے کی چیزیں ہوں تو کسی میں دو پیسے کی تو اس ابہام اور دائر بین النفع والضرر صورت میں اس کی خریداری قمار ہے اس کی مختلف لاتعداد صورتیں ہو سکتی ہیں اور ہر زمانہ میں ہر خطے میں مختلف طریقوں سے کھیلا جاتا رہا ہے۔

عرب میں اس کا ایک خاص طریق تھا کہ قمار کے دس تیر دس ناموں سے متعلق تھے اور تیر کے نام پر کچھ حصے ایک یا دو یا تین یا زیادہ مقرر تھے۔ بعض تیر بے نصیب بھی تھے جن پر کوئی حصہ مقرر نہ تھا ان تیروں کو رلا ملا کر ایک شخص کے نام سے ایک ایک تیر کسی شخص سے اٹھواتے تھے جس شخص کے نام پر جس قسم کا تیر نکل آیا وہ ہی اس کا نصیب ہوتا تھا اور اس تیر پر حصے مقرر تھے وہ ان کا مالک سمجھا جاتا تھا اور جس شخص کے نام پر بے نصیب تیر نکلتا وہ بالکل محروم رہتا تھا۔ اس کے ساتھ عادت یہ تھی کہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کو ۱۰ تیروں کے مقررہ حصوں کے موافق تقسیم کرتے تھے۔ اور جس شخص کے نام بے نصیب نکلتا ایک طرف تو وہ اونٹ کے گوشت سے محروم سمجھا جاتا تھا دوسری طرف اونٹ کی قیمت بھی اسی کو ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس خاص قسم کے قمار کو قرآن میں میسر اور ازلام کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ میسر وہ اونٹ جو قمار کے لئے ذبح کر کے تقسیم کیا جائے اور ازلام وہ تیر جن کے ذریعے قمار کے حصوں کی مقدار متعین کی جائے اس کے علاوہ خرید و فروخت میں بھی مختلف صورتیں قمار کی رائج تھیں جن کو بیع لامسہ یا منابذہ وغیرہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور احادیث نبویہ میں ان کی حرمت وارد ہوئی ہے۔

اسلام سے پہلے قمار نہ صرف رائج بلکہ شرافت و عزت اور مایہ تفاخر سمجھا جاتا تھا اور مزید تفاخر کے لئے یہ لوگ جو حصے قمار میں جیت لیتے تھے ان کو نہ کھاتے بلکہ فقراء پر تقسیم کر دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر للرازی ص ۲۳۱ ج ۲)

## قمار کی حرمت

دین اسلام جو الٰہیات اور عبادات کی طرح معاشیات اور اقتصادیات میں بھی اپنا ایک عادلانہ اور معتدلانہ نظام رکھتا ہے اور وہ اس اندھیر نگری کو کب روا رکھ سکتا تھا، جس میں کوئی شخص کسی کے مال کو بغیر صحیح استحقاق کے قبضہ لے اور جس کے نتیجے میں کوئی غریب سے غریب اور مفلس سے مفلس ہوتا چلا جائے



۲۔ اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھیں۔ (المزمل پ ۲۹)

۳۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف پ ۹)

یعنی جب تلاوۃ کا ارادہ ہو تو جسم ولباس کی پاکی کے ساتھ وضو کیا جائے اس کے بعد تلاوۃ سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا چاہیئے۔ قرآن کریم مخارج کی ادائیگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور تسلی واطمینان سے تلاوۃ کیا جائے۔ عجلت نہ کی جائے۔ آواز اوسط درجہ کی ہو نہ بلند اور نہ پست ہو۔ تاکہ اگر کوئی دوسرا قریب ہے اور وہ مصروف ہے تو اس کا ہرج نہ ہو۔ کوئی سو رہا ہو تو اس کی نیند خراب نہ ہو۔ دوسرے کی راحت اور آرام کا خیال کرنا مومن پر واجب ہے۔

اور اگر کوئی دوسرا آدمی تلاوت کر رہا ہو تو کان لگا کر غور سے سنو اور کوئی بات چیت نہ کرو۔ خاموشی اور احترام کے ساتھ سنو تاکہ تم اللہ کریم کی رحمت کے مستحق قرار پاؤ۔

**احتیاط لازم** اس کے علاوہ ایسی مجلس اور اس قسم کے بے تماش لوگوں میں بیٹھنا منع ہے کہ جہاں قرآنِ کریم کا مذاق اڑایا جائے اس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ارشادِ باری سبحانہ وتعالیٰ ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر استہزا اور کفر ہوتا ہو اسنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو۔ جب تک وہ کوئی اور بات نہ شروع کر دیں کہ اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ اکٹھا کریں گے۔ (النساء پ ۵)

**حفاظتِ کلام اللہ** اللہ رب العزت کا کلام بلا شبہ بنی نوعِ انسان کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اب نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ کوئی کتاب نازل ہو گی۔ سابقہ صحیفوں میں جواب موجود ہیں۔ کوئی بھی اپنی اصلی صورت میں نہیں ہے۔ بلکہ سب میں تحریف ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جو اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

**تراجم** قرآن کریم کے تراجم دنیا کی تقریباً بڑی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور کروڑوں انسان اس کے اصل متن کے ساتھ اپنی زبان میں اس کا ترجمہ پڑھتے ہیں۔ خود اردو فارسی زبان میں تقریباً ایک ہزار سے زیادہ تراجم وتفاسیر ہیں۔ جن کا ریکارڈ ہے۔ ہند و پاک میں قرآن کریم کا پہلا فارسی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ رح نے کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے۔ پھر حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رفیع الدین رح نے اردو ترجمے کئے۔ یہ تراجم آج بھی ملتے ہیں۔ تراجم کا یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاءاللہ جاری رہے گا۔ انگریزی۔ ہندی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ سندھی اور پشتو وغیرہ زبانوں میں بھی قرآن کریم کے تراجم ہیں اور دنیا بھر میں تراجم ہوتے رہتے ہیں۔

**تفاسیر** تراجم کے علاوہ تفاسیر کی بڑی تعداد موجود ہے۔ جن میں عربی کی مشہور تفاسیر۔ تفسیر ابن عباس۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر طبری۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ آج بھی ملتی ہیں۔ جبکہ یہ صدیوں قبل کی ہیں اور کچھ سات آٹھ صدی قبل کی ہیں۔ جدید اردو تفاسیر میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالماجد دریا بادی رح، مولانا ابوالکلام آزاد رح، مولانا شبیر احمد عثمانی رح، مولانا احمد علی لاہوری رح، مولانا مفتی محمد شفیع رح، شاہ عبدالقادر رح، مولانا غلام اللہ خان رح، مولانا امین احسن اصلاحی کی تفاسیر فی زمانہ سہل اور عام فہم ہیں۔ وقت کے ساتھ زبان میں تبدیلی فطری امر ہے۔ ایک صدی قبل کے تراجم آج کے ترجمہ سے قطعیً جدا ہیں۔ خود ان کے ترجمہ میں بنیادی فرق نہیں ہے۔ صرف اندازِ بیان اور الفاظ کے انتخاب کا فرق ہے۔

ان حضراتِ مفسرین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اور ان سب کے درجات بلند تر فرمائے کہ ان ہی حضرات کی خدمت وعقیدتِ قرآن کے باعث ہم فہم قرآن حاصل کر سکے ہیں۔ تفسیر کا کام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے شروع ہوا اور انشاءاللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

اور دوسرا بغیر کسی عمل کے قارونی خزانے جمع کرتا چلا جائے۔ یا غرباء اور فقراء کی جیبوں سے ایک بڑی رقم جمع کر کے کسی ایک فرد کو بلا وجہ شرعی اس کا مالک بنا دیا جائے اس لئے ناگزیر تھا کہ اس کو ناجائز قرار دے۔ لیکن دین فطرت کی وسعت و ہمہ گیری اور انسانی جذبات کی رعایت قابل دید اور لائق صد شکر ہے کہ شراب اور قمار جو عام لوگوں کی طبیعت ثانیہ بنے ہوئے تھے۔ ان کو حرام کرنے کا ارادہ کیا گیا تو بیک وقت ان کی حرمت مطلقہ نازل نہیں ہوگئی بلکہ ابتداءً ان کی خرابیاں بتلائی جاتی رہیں۔ ایک عرصہ کے بعد جب ان کی برائی قلوب میں مستقر ہوگئی اسوقت حرمت کے احکام نازل کیۓ گئے۔

چنانچہ ابتدا اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور قمار کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ حرام ہے یا حلال ہے۔ ان کے لئے پہلی آیت سورہ بقر کی نازل ہوئی۔

(ترجمہ) "لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں (مگر) ان کا گناہ ان کے منافع سے بڑھا ہوا ہے۔"

اس آیت میں حرمت یا حلت کا معاملہ پوری طرح صاف نہ ہوا۔ خاص خاص صحابہ کرام تو وحی کی روش اور طرز سے اس کا ناپسندیدہ ہونا معلوم کر کے ابتداءً ہی ان چیزوں سے پرہیز کرنے لگے لیکن عام طور پر مسلمان صریح حرمت نازل ہونے تک استعمال کرتے تھے

باقی صفحہ ۲۰ پر

# صدیق اکبرؓ

یہ عظمت یہ شرف یہ مرتبہ صدیقِ اکبرؓ کا
نبی صدیق اکبرؓ کے خدا صدیقِ اکبرؓ کا
خدا ہے مصطفٰےؐ کا، مصطفٰےؐ صدیقِ اکبرؓ کا
خُدا سے جا ملا یوں سلسلہ صدیقِ اکبرؓ کا
مثالی اِتّقا تھا، اتقا صدیقِ اکبرؓ کا
کلام اللہ میں ذکر آگیا صدیقِ اکبرؓ کا
زمیں نے پھول برسائے جب ان کی نیک نامی پر
فلک نے جُھک کے بوسہ لے لیا صدیقِ اکبرؓ کا
فنا کے بعد رسمِ تعزیت رسمِ زمانہ ہے
پڑھیں گے مرثیہ جو دوسخا' صدیقِ اکبرؓ کا
کدورت لاکھ آجائے صداقت چُھپ نہیں سکتی
جلے گا آندھیوں میں بھی دیا صدیقِ اکبرؓ کا
دلیل اُن کی فضیلت پر یہی برہانِ محکم ہے
سرِ فہرست نام آتا رہا صدیقِ اکبرؓ کا
تمام آئینے دھندلے ہوگئے جب سامنے آئے
خدا سے پوچھیے حُسنِ صفا صدیقِ اکبرؓ کا
نظر اٹھی کرم دیکھا' دعا پہنچی اثر آیا
ابھی لب بھی نہ تھا نطق آشنا صدیقِ اکبرؓ کا
شبِ ہجرت بہم شمس و قمر تھے ایک منزل میں
نبیؐ کی ذات تھی اور دوش تھا صدیقِ اکبرؓ کا
محمّدؐ کی اطاعت کا یہ فیضِ خاص ہے اختر
جہاں میں نام روشن ہوگیا صدیقِ اکبرؓ کا

قاضی محمد اختر دھلوی



# ذکر اللہ کی فضیلتیں اور برکتیں

مرسلہ: سعد سعید

(۱) حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ (جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں ویسا ہوتا ہوں) اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے دل میں (تنہائی میں) میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے تو میں بھی اس سے بہتر مجمع میں اسے کرتا ہوں۔

(۲) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا :-

"کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتلاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے؟ اور تمہارے مالک (پروردگار) کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے۔ اور سونے چاندی کے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے لڑو اور پھر تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری۔" (صحابہ نے عرض کیا) "کیوں نہیں یا رسولؐ اللہ" آپ نے فرمایا۔ "(وہ عمل) اللہ کا ذکر (ہے)"

(۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

"کوئی صدقہ، اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔"

(۴) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :-

"اللہ کے کچھ فرشتے اس کام پر مامور ہیں کہ راستوں میں گھوم پھر کر اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جماعت کو اللہ کا ذکر کرتے سنتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں اپنے مقصود (ذکر اللہ) کی طرف آجاؤ۔ تو وہ سب فرشتے مل کر آسمان سے دنیا تک ان ذکر کرنیوالوں کو اپنے بازوؤں کے سایہ میں لے لیتے ہیں۔ آخر حدیث تک۔

(۵) ایک اور حدیث ہے کہ :-

"اُس شخص کی مثال جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے، اور اس شخص کی جو اپنے پروردگار کا ذکر نہیں کرتا، "زندہ" اور "مردے" کی سی ہے۔"

(۶) ایک اور حدیث ہے کہ :-

"جب بھی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو فوراً (رحمت کے) فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ سکون و اطمینان ان پر برسنے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) سے ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جو ان کے پاس (موجود رہتے) ہیں۔"

(۷) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :

"ایک صحابی نے عرض کیا کہ "یا رسولؐ اللہ! اسلام کے (موجب اجر و ثواب) احکام تو بہت ہو گئے۔ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس کو میں مضبوط پکڑ لوں (اور برابر کرتا رہوں)۔ آپؐ نے فرمایا۔ "تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہنی چاہیئے۔"

(۸) ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

ایک صحابی (معاذ بن جبلؓ) کہتے ہیں کہ آخری بات جس پر میں رسولؐ اللہ سے جُدا ہوا ہوں، وہ یہ ہے کہ میں نے آپؐ سے دریافت کیا : کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔؟" آپ نے ارشاد فرمایا : (وہ عمل یہ ہے کہ) تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔"

(۹) انہی صحابی (معاذ) نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ آپ مجھے (کچھ) وصیت کیجئے"۔

آپ نے فرمایا : اپنے مقدور بھر۔ اللہ کے تقویٰ (خوف وخشیۃ) کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ اور ہر حجر وشجر کے پاس (یعنی ہر جگہ) اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اور جو بھی کوئی برا کام کر بیٹھو فوراً اللہ کے سامنے از سر نو اس کی معافی مانگو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ اور اعلانیہ گناہ کی اعلانیہ توبہ "۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

کسی بھی آدمی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اس کو عذاب سے نجات دلانے والا ہو "

(۱۱) اسی روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا" نہ اللہ کی راہ میں جہاد ؟ آپ نے فرمایا : (ہاں) نہ اللہ کی راہ میں جہاد ، بجز اس شخص کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جاتے۔ (آخری جملہ) آپ نے تین مرتبہ فرمایا "

(۱۲) ایک حدیث ہے کہ :۔

" اگر ایک آدمی کی گود میں درہم بھرے ہیں اور وہ اُن کو برابر تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا آدمی اللہ کا ذکر کر رہا ہو تو، اللہ کا ذکر کرنے والا اس درہم تقسیم کرنے والے سے بہتر ہے "

(۱۳) ایک اور حدیث میں ہے کہ :۔

"جب تم بہشت کے سبزہ زاروں میں گذرا کرو تو سیر ہو کر چر لیا کرو (یعنی ذکر اللہ کی غذا خوب اچھی طرح حاصل کر لیا کرو) صحابہ نے عرض کیا : " بہشت کے باغ کیا ہیں ؟" آپ نے فرمایا :۔

" ذکر کے حلقے "!

(۱۴) حضرت رسول اللہ نے فرمایا :۔

" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے" آج تمام اہل محشر کو علم ہو جائے گا کہ کرم (عزت و احترام) کے لائق کون لوگ ہیں ؟۔ تو رسول اللہ سے دریافت کیا گیا " یا رسول اللہ ! یہ عزت و احترام کے لائق کون لوگ ہیں ؟" آپ نے فرمایا " وہ مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں (منعقد) کرنے والے (ذاکرین) ہیں۔

(۱۵) آنحضور نے فرمایا :

" آدمی کے دل کی دو کوٹھڑیاں ہوتی ہیں۔ ایک میں فرشتہ (رہتا ہے) اور دوسری میں شیطان۔ پس جب وہ شخص اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے تو شیطان پیچھے ہو جاتا ہے، اور جب اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ اس کے دل پر رکھ دیتا ہے (یعنی اس کے دل پر مسلط ہو جاتا ہے اور (طرح طرح کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے "

## بقیہ = قمار - جوا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کبھی اس میں کوئی قطعی فیصلہ صادر نہ ہوا تاآنکہ سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ شراب و قمار کی حرمت نازل ہو گئی اور اس کی حرمت کو اتنی تاکیدوں کے ساتھ بیان کیا گیا کہ حسب تحریر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اوّل اس کے بیان کو لفظ انّما سے شروع فرمایا۔ جو عربی محاورہ کے اعتبار سے ایک خاص تاکید کا مضمون پیدا کرتا ہے۔ دوسرے ان چیزوں کو رجس (یعنی گندی چیز) فرمایا گیا جس سے طبع سلیم خود بھی اجتناب کرے۔ تیسرے اس کو شیطان کا کام قرار دیا گیا۔ چوتھے خود قمار کی حرمت کو بُت پرستی کے ساتھ جمع کر کے اس کی انتہائی شدت بتلائی گئی کہ یہ چیزیں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں اور یہ سب کچھ بتلا کر فاجتنبوہ یعنی اس سے پرہیز کا حکم دیا گیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کی دنیوی اور دینی خرابیاں اگلی آیت میں اس طرح بیان کیں کہ شیطان ان چیزوں سے تمہاری دُنیا اور دین دونوں کو برباد کرنا چاہتا ہے کہ دُنیا میں اس کی وجہ سے تمہارے آپس میں بغض و عداوت کی بنیاد پڑ جاتی ہے جس کے مفاسد بہت دور تک پہنچتے ہیں اور ان چیزوں کی عادت اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز جیسے فریضہ سے انسان کو روک دیتی ہے۔

## بقیہ = بچوں کا صفحہ

میں جو آرام ہے وہ پُر تکلف زندگی میں نہیں۔

سادگی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان سدا خوش حال رہتا ہے۔ اُسے نہ کسی کام میں تکلیف ہوتی ہے نہ پریشانی۔ تنگی ترشی کا بھی اُس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی سادہ مزاج تھے۔ آپؐ کو ہر بات میں صفائی اور سادگی پسند تھی۔ وہ ہر قسم کے تکلفات سے آزاد تھے۔ لباس سادہ، کھانا پینا سادہ، رہنے سہنے میں سادگی، اٹھنے بیٹھنے میں تکلف کا نام نہ تھا۔

آپؐ کو جو میسر آتا کھا پی لیتے۔ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ جو لوگ باہر سے آپؐ کی مجلس میں آتے، وہ آپؐ کی سادگی



علم وعمل کا بحرِ بیکراں — عشقِ رسولؐ اور اتباعِ سنّت کا پیکرِ مجسّم!

## بانی دار العلوم دیوبند

# حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

### بچپن ہی سے بڑے ذہین، فطین، جفاکش اور جراٴت مند تھے!

حافظ محمّد ابراھیم بندھانی

حجۃ الاسلام، جہاد آزادی کے عظیم سرخیل رہنما بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ عالم کی وہ بے نظیر و بے مثال شخصیت ہیں جن کی سیرتِ حیات، دینی و ملی خدمات اور عہد فرنگ کے خلاف ان کی جانفشاں جدوجہد کے لازوال واقعات کا مطالعہ کرنے سے روح کو عجیب سا سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور دنیائے قلب و نظر میں زندگی کی حلاوتیں امڈ آتی ہیں۔"

حضرت نانوتویؒ کا تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ آپ ماہ رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں ہندوستان کے مشہور مردم خیز قصبے نانوتہ میں شیخ اسد علیؒ صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد شیخ اسد صاحب نمازی پرہیزگار اور صاحب مروّت و باکردار انسان تھے۔ دینداری کے اعتبار سے ان کا خاندان بہت بلند مقام رکھتا تھا۔ حضرت نانوتویؒ اس لحاظ سے بھی خوش بخت و ممتاز حیثیت کے حامل تھے کہ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل سیدّنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ننہیالی رشتہ بھی حضرت نانوتویؒ کے خاندان سے منسلک تھا۔

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز نانوتہ ہی کے ایک مکتب سے کیا۔ اس کے بعد پھر کچھ عرصے دیوبند اور سہانپور میں بھی پڑھا۔ ۱۲۶۰ھ میں مولانا مملوک علیؒ حضرت نانوتویؒ اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد یعقوبؒ کو تعلیم کے لئے دہلی لے گئے وہاں کچھ عرصے خود پڑھانے کے بعد مولانا نے حضرت نانوتویؒ کو مدرسہ عربی یعنی دہلی کالج میں داخل کرا دیا۔ لیکن آپ نے کسی امتحان میں شرکت کئے بغیر ہی اس مدرسہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔

حضرت نانوتویؒ بچپن ہی سے بڑے ذہین و فطین جفاکش اور جرأت مند تھے۔ آپ کی ذہانت و قابلیت کا یہ عالم تھا کہ خواہ پڑھائی کی کلاس ہو یا کھیل کا میدان آپ ہمیشہ اپنے ہمعصر ساتھیوں پر غالب رہتے تھے۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے حضرت نانوتویؒ کی اعلیٰ دماغی اور فہم و فراست کا امتحان اس طرح لیا کہ جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو مولانا سہارنپوریؒ نے بخاری شریف کے آخری پانچ یا چھ پاروں کا حاشیہ حضرت نانوتویؒ کے سپرد کیا۔ تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ آخری پاروں کا حاشیہ ایک نئے آدمی کے حوالے کر دیا۔ وہ بھلا کس طرح اس اہم کام کو سرانجام دے سکیں گے۔ لیکن چونکہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کی دور اندیش و جوہر شناس نگاہیں حضرت نانوتویؒ کی ذات اقدس میں قدرت کے ودیعت کردہ علمی سرمایے کی پھوٹتی کرنوں کا نظارہ کر رہی تھیں۔ اس لئے آپ نے اپنے معترضین کو جواب دیا کہ" میں ایسا

نادان نہیں ہوں کہ جو بغیر سوچے سمجھے ایسا مہتمم بالشان کام کسی انجان کے سپرد کردوں" اور جب واقعی حضرت نانوتویؒ نے وہ حاشیہ پورا کر دکھایا۔ تو تمام اہل علم حضرات ان کی قابلیت اور صلاحیتوں کے گرویدہ ہو گئے۔

حضرت نانوتویؒ کو چونکہ بچپن ہی سے حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے قلبی تعلق تھا۔ اس لئے اپنے ہم سبق، ساتھی امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔"

مارچ ۱۹۸۰ء میں ہندوستان میں منعقدہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کے روح پرور و ایمان افروز اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ نے حضرت نانوتویؒ کی عظمت ان الفاظ میں بیان فرمائی تھی۔ کہ "حضرت نانوتویؒ جو اپنی جگہ مجسم شرم و حیا، پیکر صدق و صفا، علم و عرفان کا چشمۂ صافی بلکہ بحر ذخار جرأت و بسالت اور ہمت و استقلال کے جبل غیر متزلزل تھے۔ ان کی زندگی کے اوصاف و کمالات کو تقریر و تحریر میں قلیل در قلیل وقت میں سمیٹنا یا سمٹنے کا دعویٰ کرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ ذرے کو اس بات کا مکلف ٹھہرا دیا جاتے۔ کہ وہ آفتاب کی پہنائیوں کو اپنے اندر جذب کرلے، اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ کو جس بے پناہ ذہانت و فطانت سے نوازا تھا۔ اس کے سامنے ارسطو و افلاطون کی ذہانت بھی ہیچ نظر آتی ہے۔"

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ یا ابہام نہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا وجود مسعود اُن صوفیائے عظام و اولیاء کرام میں سے تھا۔ جن کے قدموں میں فرشتے اپنے پر بچھاتے اور جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ زمانہ طالب علمی کے دوران حضرت نانوتویؒ نے اپنے استاد مکرم حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے جب اپنے اس خواب کا ذکر کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں تو مولانا مملوک علیؒ نے اس کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔ بچپن میں حضرت نانوتویؒ کا دیکھا گیا یہ خواب ۱۵ محرم الحرام بروز جمعرات ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء میں اس طرح حقیقت کے روپ میں جلوہ گر ہوا۔ کہ اس تاریخی مبارک دن ہندوستان کے ضلع سہارنپور کی قدیم بستی "دیوبند" میں چھتہ کی مسجد کے کھلے صحن میں روئے زمین پر اسلامی علوم و فنون کے اس عظیم سرچشمے کا سنگِ بنیاد آپ نے اپنے بابرکت و بارحمت دست مبارک سے رکھا۔ جس سے رشد و ہدایت کی جاری ہونے والی نہروں نے جہالت اور گمراہیت میں بھٹکتے ہوئے کروڑوں انسانوں کے قلوب کو توحید و رسالت اور خوف خدا سے لالہ و گلزار بنا دیا۔ دراصل دارالعلوم دیوبند حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور دیگر اولیاء کرام کی دعاؤں کا ثمر، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی سرپرستی کا پھل اور حضرت نانوتویؒ کی شب و روز کی محنت شاقہ کا صلہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ کی زیست مبارک کا ایک ایک لمحہ اسلام کی ترویج و اشاعت اور سربلندی دین کے لئے صرف ہوا۔ آپ نے پادریوں، عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کی طرف سے ایک منظم سازش کے تحت دین اسلام کی حقانیت و صداقت پر رکیک حملوں اور گمراہ کن اعتراضات کا تحریر و تقاریر اور مناظروں کے ذریعے دلائل و براہن کی روشنی میں ایسا پوسٹ مارٹم کیا کہ جس سے نہ صرف اسلام کی عظمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ بلکہ مسلمانوں کے ایمان و ایقان میں بھی استحکام پیدا ہو گیا۔

حضرت نانوتویؒ نے محض تعلیم و تدریس کے ذریعے ہی دین کی خدمات سرانجام دینے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے فرنگی استعمار کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خاتمے اور فرنگی حکمرانوں کی اس غرور فرعونی کو خاک میں ملانے کے لئے کہ "اگر آسمان بھی ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم سنگینوں کی نوک پر اسے تھام سکتے ہیں" (معاذ اللہ) ۱۸۵۷ء میں اصحاب بدر کی طرح بے سروسامانی کے عالم کے باوجود جس جرأت و شجاعت سے عسکری قوت کے جوہر دکھائے وہ ہماری ملی تاریخ کا درخشندہ و تابندہ باب ہے۔ قصبہ تھانہ بھون کی سرزمین پر فرنگی استعماریت کے خلاف علمائے حق کی حریت پسندانہ و مجاہدانہ کارروائیاں اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں بالخصوص علماء کرام پر رواں رکھے گئے۔ فرنگی سرکار کے انسانیت سوز دلگداز مظالم کی تاریخی حقیقت کا انکار صرف دین و ایمان سے تہی دامن اور ناعاقبت اندیش لوگ ہی کر سکتے ہیں تھانہ بھون کی اس تاریخ ساز معرکے میں حافظ محمد ضامن نے فرنگی درندوں کی



گولی کا نشانہ بن کر امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی رانوں پر سر رکھ کر دم دیدیا تھا۔ اس کے علاوہ کئی علماء تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ خود حضرت نانوتویؒ کی کنپٹی پر بھی گولی لگی حضرت گنگوہیؒ سمیت متعدد علماء کرام کال کوٹھڑیوں میں دھکیل دیئے گئے۔ اور مسلمانوں کے مکانات کو نذر آتش کر کے فرنگی حکمرانوں نے بہیمت و بربریت کا بھرپور مظاہرہ کر کے بھی دیکھ لیا لیکن اللہ کے یہ شیر جن کی زبانوں پر

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا بھی نہیں آتا

کا ورد رہتا تھا۔ بلاخوف و خطر پورے عزم و استقامت کے ساتھ پرچم اسلام کی سربلندی اور باطل حکومت سے حصول آزادی کے لئے برسرپیکار رہے۔

مرتے دم تک زندگی کے ہر فعل و عمل میں حضرت نانوتویؒ نے اتباع سنتِ نبویؐ کو مقدم رکھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران آپؒ کو گرفتار کرنے کی کوشش میں سرگرداں جب چند پولیس افسران جو شکل سے آپ کو پہچانتے نہ تھے۔ مسجد میں آکر آپ ہی سے پوچھنے لگے کہ "کیا تم نے قاسم نانوتویؒ کو دیکھا ہے؟ آپ نے اپنی جگہ سے ہٹ کر فرمایا۔ "ہاں" ابھی تو یہیں کھڑا تھا۔" اور پھر محبوب خدا سردار انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غار ثور والی سنت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کرنے کے جذبے سے تین روز کے لئے روپوش ہو گئے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ حضرت نانوتویؒ کے جذباتی عشقِ رسولؐ اور والہانہ محبت و عقیدت کا یہ قصہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت نانوتویؒ نے تمام عمر سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لئے اجتناب کیا۔ کہ گنبد خضراء کا رنگ بھی سبز ہے۔ اس کے علاوہ جب آپ بغرض حج مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ تو کئی میل دور ہی سے اپنے جوتے اُتار کر بغل میں دبا لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ مدینے کی گلیوں میں سے گذرتے وقت میرا جوتا کسی ایسی پاک جگہ پر پڑ جائے۔ جہاں کبھی فخر موجودات امرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں مبارک رکھے ہوں عشق رسول کی یہ اعلیٰ و ارفع مثالیں عصر حاضر کے مدعیوں میں ملنا محال ہیں۔ کہ سنگلاخ زمین اور چھبنے والے نوکیلے پتھروں پر برہنہ پا چلنا تو گوارا کر لیا۔ مگر دیارِ حبیبؐ میں کر و فر سے حاضری دینے کی دل و ضمیر نے اجازت نہ دی۔

حضرت نانوتویؒ نے اپنے منفرد و بہترین شاعرانہ انداز میں سرور دو جہاںؐ کی مدح و تعریف ان اشعار میں بیان فرمائی کہ ؎

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختارؐ
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمدؐ
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکارؐ
کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوتے ہیں زمین و آسماں بھی ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہد ستار

اپنی پوری زندگی دین کی ترویج و اشاعت قوت باطلہ کے خاتمے اور مسلمانوں کے رسم و رسومات کو شرک و بدعات کی خرافات سے پاک کرنے کی ہمہ وقتی جدوجہد کرتے رہنے کے بعد علم و عمل کا یہ آفتاب، کشف و کرامات کا مجسم پیکر، علوم دینیہ کے احیاء کا علمبردار خلاف شرع فتنوں کے خلاف اسلام کی برہنہ تلوار، فرنگیت کے چھکے چھڑانے والا مجاہد اور سخاوت و ایثار کا یہ پیکر بالآخر ۴ر جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات کو ملت کی بقاء اور تحفظ کی جنگ لڑتا ہوا۔ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

"آسماں تیری لحد پہ شبنم فشانی کرے"

علم و عرفان کے مجسمہ پیکر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے تصانیف و تالیف کا جو نادر اور بیش بہا علمی سرمایہ کتابی صورت میں بطور ورثہ چھوڑ کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے تو اس پر حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے حضرت نانوتویؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اگر ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر دیا جائے۔ اور نام نہ بتایا جائے۔ تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی ہیں اور ان کتابوں کے متعلق بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جسے زمانہ مل کر آفتاب کرتا ہے۔ وہ چنگاری انہی کتابوں میں پوشیدہ ہے۔

بقیہ: حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ

کیا جنگ میں اتحادیوں کے مقابلے میں جرمنی اور ترکی کو کامیابی بھی حاصل ہو رہی تھی لیکن جب امریکہ اتحادیوں کا حلیف بن کر میدان میں آیا تو اس کی فوجی اور جنگی طاقت کا مقابلہ کرنا ترکی و جرمنی کے لئے ممکن نہ تھا اور کامیابی ناکامی میں تبدیل ہو گئی۔

(جاری ہے)

# اسلامی اخلاق

- وعدہ کی پابندی • امانت و دیانت،
- وقت کی پابندی • سادگی

ابُو طیب انصاری

## (۱) وعدہ کی پابندی

وعدہ پورا کرنا مسلمان کی نشانی ہے۔

کلام پاک میں بار بار اس کی تاکید آئی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے۔ "مومن اپنے وعدے کی پابندی کرتے ہیں" دوسری جگہ فرمایا ہے۔ " اے ایمان والو۔ اپنے وعدے پُورے کیا کرو"

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ دوست تو دوست آپ اگر دشمن سے بھی وعدہ کرلیتے تو اُسے ہر طرح پُورا کرتے تھے۔ آپ کی اس خوبی کو ہر شخص مانتا تھا اور دل سے قدر کرتا تھا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وعدہ خلافی منافق کی نشانی ہے۔ جو آدمی زبان سے ایک بات کہے اور دل میں اُسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو، وہ ایمان دار نہیں ہے۔

## (۲) امانت اور دیانت

کارُوبار اور لین دین میں ایمانداری سے کام کرنے کو دیانت داری کہتے ہیں اور جو شخص کسی کی امانت میں خیانت نہ کرے وہ دیانت دار کہلاتا ہے۔

امانت اور دیانت میں بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ کسی کی امانت میں خیانت نہ کرنا۔ صحیح مشورہ دینا۔ کسی کا راز ظاہر نہ کرنا۔ لین دین میں بدمعاملگی نہ کرنا۔ امانت اور دیانت کا لازمی حصہ ہیں۔

حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خوبی میں ایسے بے مثال تھے کہ لوگ انہیں "الامین" کہتے تھے۔ یعنی سب سے زیادہ امانت دار۔ عام طور پر لوگ آپؐ کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے۔

آپؐ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "جس شخص میں امانت داری نہیں۔ اس میں ایمان نہیں" کوئی ایسے شخص پر بھروسہ نہیں کرتا۔ نہ اُسے منہ لگاتا ہے، نہ اس سے بات کرنا پسند کرتا ہے۔

## (۳) وقت کی پابندی

وقت کی پابندی کی ضرورت اور اہمیت ہر شخص کو محسوس کرنی چاہیے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جو وقت گزر جائے، وہ لوٹ کر نہیں آتا۔

ہمارے مذہب اسلام نے وقت کی پابندی پر بہت زور دیا ہے۔ دن رات کی پانچ نمازیں ہیں تو اُن کے وقت مقرر ہیں۔ رمضان کے روزے ہیں تو اُن کے رکھنے اور کھولنے کے لیے وقت مقرر ہے۔ سال بھر کے بعد حج آتا ہے، اُس کے لیے بھی مہینہ۔ تاریخ اور اوقات مقرر ہیں۔

اذان۔ نماز۔ روزہ اور حج ہی نہیں ہر کام کے لیے وقت کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ یہ عادت ڈال لیتے ہیں، وہ ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔

## (۴) سادگی

تکلف نہ کرنے اور بناوٹ سے دُور رہنے کا نام سادگی ہے۔ کسی قسم کی بناوٹ اور تکلّف کے بغیر زندگی بسر کرنے

باقی صفحہ ۲۰ پر



# تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے — مدیر

## نظام الفتاوے

تالیف: مفتی محمد کلیم اللہ صاحب
قیمت: ۲۵/۰۰ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ کریمیہ تعلیم القرآن شیرانوالہ گیٹ لاہور

مدارس دینیہ کے مستقل شعبوں میں ایک شعبہ "دارالافتار" بھی ہے۔ عام لوگوں کو مختلف معاملات میں دینی رہنمائی اور شرعی فتویٰ اس شعبہ کی ذمہ داری ہوتی ہے لوگ زبانی اور تحریری اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر مدارس میں تحریری فتاویٰ کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور جن مدارس کو وسائل میسر ہوتے ہیں وہ ایک عرصہ کے بعد اس تحریری سرمایہ کو مرتب کرکے چھپوا دیتے ہیں اس طرح ان کا نفع عام ہو جاتا ہے۔

ضلع وہاڑی کی مشہور تحصیل میلسی میں مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک درسگاہ مدت سے مصروف عمل ہے۔ اس کے مہتمم مولانا مفتی کلیم اللہ صاحب ہیں جو بڑے مستعد، متحرک اور فعال منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے مدرس، لائق مفتی اور علمی رسوخ رکھنے والے بزرگ ہیں۔ اس مدرسہ کی انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ فتویٰ کی شکل میں دینی رہنمائی کا فریضہ بھی موصوف سرانجام دیتے ہیں۔

۲۸۰ صفحات کی یہ کتاب موصوف کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے اور بڑا قابل قدر۔ موصوف نے ہر جواب بڑی محنت اور جانفشانی سے مدلل انداز میں لکھا ہے۔ یہ کتاب متلاشیانِ حق کے لئے ایک استاذ و کلید کا حکم رکھتی ہے گو اس میں فقہی ابواب عدم ترتیب کھٹکتی ہے تاہم مجموعہ بے نظیر اور قابل اعتماد ہے —— ہمیں امید ہے کہ علمار و طلبار اور عام اردو خواں مسلمان بھی اس سے کماحقہ فائدہ اٹھائینگے

ادارہ کریمیہ کی یہ محنت لائق مبارکباد و قابل ستائش ہے۔ جزاھم اللہ تعالےٰ۔

---

## اصطلاحاتِ صوفیہ

"مکتبہ بکس ۵ گنج بخش اسٹریٹ بیرون موری دروازہ لاہور" حال ہی میں معرضِ وجود میں آیا ہے لیکن اس ادارہ نے مختصر وقت میں پبلشنگ کی دنیا میں اپنا نام پیدا کر لیا ہے اور اندازہ ہو چلا ہے کہ یہ ادارہ مستقبل میں خاطرخواہ خدمات انجام دے گا اس ادارہ کی لائق افتخار مطبوعات میں سے ایک "اصطلاحات صوفیہ" ہے جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کے مصنف شاہ محمد عبدالصمد رحمہ اللہ تعالےٰ ہیں انہوں نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے فنِ تصوّف کی اصطلاحات کو بڑی سادگی اور پرکاری سے سپرد قلم کیا ہے —— تصوف جو سلوک و احسان اور تزکیۂ باطنی کا دوسرا نام ہے۔ اسلامی لٹریچر میں اس کا اپنا اہم مقام ہے اور بڑے بڑے اہل اللہ اور اکابر نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ فاضل مصنف نے تصوف کے گراں بہا ذخیرہ کو کھنگال کر گویا عطر اور نچوڑ پیش کر دیا ہے —— ہمیں اس کتاب نے بہت متاثر کیا اس کی وجہ یہ ہے، کہ مصروفیت جب اس قدر بڑھ گئی ہو کہ سر کھجلانے کی فرصت نہ ہو تو طول طویل اور ضخیم کتابیں پڑھنا کارے دارد۔ ایسے حالات میں بقامت

کہتر بقیمت بہتر "لٹریچر کی ضرورت ہے تاکہ اختصار پسند طبائع فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ خوبیاں اس کتاب میں موجود ہیں اور ظاہری حسن اس پر مستزاد، قیمت ۲۴ روپے معقول ہے۔

## القول السدید

استخلاف یزید نامی کتاب کے سنی نما مصنف نے اپنی کتاب میں حضرات صحابہ علیہم الرضوان بالخصوص امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین امام عادل و راشد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو زہر اگلا ہے وہ لائق نفرین ہے۔ جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک کے ادارہ تحریر نے اس کتاب کے مندرجات اہل علم کے سامنے رکھے اور ان سے کتاب و مصنف کے متعلق سوال کیا۔ ملک بھر کے دارالافتاء اور اہل علم نے اس نام نہاد محقق کی سیہ کاریوں سے خلق خدا کو محفوظ کرنے کے لئے جرأت مندانہ جوابات سپرد قلم فرمائے خاص طور پر حضرت محقق العصر مولانا عبدالقدیر زید مجدھم نے مسلک حقہ کی تائید میں انتہائی فاضلانہ مقالہ سپرد قلم کیا۔ ان تمام نادر تحریرات پر مشتمل یہ رسالہ اہلسنت والجماعت کے لئے ایک بہترین رہنما ہے اور ضرورت ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے خدا کرے کہ استخلاف یزید کا مصنف اپنی غلطی سے رجوع کرے اور یہ کتابچہ اس کے لئے بھی باعث ہدایت ثابت ہو۔

بہرحال اس کا کیا بنے گا ہم برادران اہلسنت کو بطور خاص رسالہ کے مطالعہ کی ترغیب دیں گے، اور اسے مسلکی فرض گردانیں گے۔

۳/- روپے میں جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک سے دستیاب ہے۔

## افغانوں کی نسلی تاریخ

جناب خان روشن خان صاحب کا یہ طویل مقالہ ایک خالص علمی مجلس میں پڑھا گیا۔ یہ علمی مجلس اپریل ۱۹۸۱ء میں منعقد ہوئی بڑے بڑے اہل علم اور صاحب تحقیق حضرات مجلس میں شریک تھے۔ روشن خان صاحب نے پٹھانوں کا نسبی تعلق بنی اسرائیل سے ثابت کیا اور اس سلسلہ میں اپنا ٹھوس، پرمغز اور سنجیدہ مقالہ پیش کیا۔ بعض دوسرے حضرات بھی شریک مذاکرہ تھے ان کا مؤقف مختلف تھا روشن خان صاحب نے سب مقالے چھپوانے کی پیشکش کی لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ اور انہوں نے اپنا مقالہ چھپوا دیا۔ مقالہ مبسوط اور مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ مدلل ہے، کوئی بات بغیر حوالہ نہیں اہل تحقیق و دانش کے لئے معرکہ کی چیز ہے۔ ان کے "مسلک" سے اختلاف کرنے والے کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے انہیں تاریخی ذخائر میں غوطہ زن ہونا پڑے گا۔

اس قابل قدر کاوش کے حصول کے لئے روشن خان اینڈ کمپنی تمباکو ڈیلرز جونا مارکیٹ کراچی ۲

**بقیہ : مجلس ذکر**

روزہ رکھتا ہے تو رب کہتا ہے اس کی جزا میں خود ہوں، زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ کہتا ہے، تیرے ایک کے بدلے کم از کم تجھے دس دوں گا۔ حج کو جاتا ہے تو تیری لبیک کے جواب میں تجھے خوشی سے جواب دیتا ہوں۔ صدق و دیانت سے تجارت کرتا ہے تو انبیاء کی معیت کا مژدہ سناتا ہوں، محنت مزدوری کرتا ہے تو اپنے قرب و پیار کی خوشخبری سناتا ہوں۔ الغرض ہر کام و عمل پر نیکی و اجر دیتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں۔

اندازہ لگائیں اللہ تعالے کی عبادت و بندگی کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ ہر ہر عمل اس کے زیر اثر ہے اور ایسے اعمال یعنی کھانا پینا وغیرہ جنہیں بظاہر دین سے کوئی تعلق نہیں وہ بھی اگر منشاء ربانی کے مطابق ہوں تو وہ بھی عبادت بن جاتے ہیں ـــ اس لئے آپ حضرات اس کا اہتمام کریں کہ کوئی کام منشاء ربانی اور سنت رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو ـــ نیت درست رکھیں کہ اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔ لغزش ہو جاتے

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۷۳۔ ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳/۱/۶۷/۲۰۷۶ -D-D:A9 ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ مکتوب ۲.۹/۴۰/۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

سندھی کے امروٹ آجانے سے اس منصوبہ پر عملدرآمد میں بہت ............ آسانی پیدا ہوئی۔ چنانچہ عبیداللہ سندھی کے امروٹ میں قیام کے دوران جو کام ہوئے وہ یہ ہیں۔

امروٹ میں اسلامی اور دینی لٹریچر کی اشاعت کے لئے ایک پریس قائم کیا گیا۔ "اخوان المسلمین" کے نام سے مولانا امروٹی کی ادارت میں سندھی زبان میں ایک ماہانہ رسالہ شائع کیا گیا۔ اس وقت سندھ کی حالت یہ تھی کہ پریس اور نشر و اشاعت کے تمام ذرائع میں ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں کی تمام مذہبی کتابیں قرآن مجید سمیت ہندو پریسوں میں ہندوؤں کی سرپرستی میں شائع ہوتی تھیں۔ ان حالات میں جیسے امروٹ جیسے چھوٹے قصبے میں مسلمانوں کے پریس کا قیام ایک انقلابی اقدام نظر آتا ہے۔ اس پریس سے مولانا امروٹی کا قرآن مجید کا سندھی ترجمہ سورہ رحمٰن اور سورہ یاسین کی سندھی تفسیر اور دوسری کئی دینی کتابیں شائع ہوئیں۔ مولانا کے اس سندھی ترجمہ قرآن کی خاصیت یہ ہے کہ یہ انقلابی انداز سے لکھی گئی ہے اور جہاد کے پہلو کو نمایاں انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ سندھ تحریک اسلامی کے ممتاز بزرگ لیڈر مولانا جان محمد بھٹو کا کہنا ہے کہ سید مودودیؒ کی کتابوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجھے دین کا انقلابی تصور مولانا تاج محمد کے ترجمہ قرآن سے حاصل ہوا تھا۔

مولانا تاج محمود امروٹی کے زیر ادارت نکلنے والے ماہانہ سندھی رسالے "اخوان المسلمین" نے اس زمانے میں سندھ کے اندر سیاسی بیداری پیدا کرنے اور دین کے فروغ کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ رسالہ تین سال سے زیادہ نہ چل سکا۔

اشاعت اور طباعت کے علاوہ دوسرا کام معیاری دینی درسگاہ کا قیام تھا۔ اس وقت دینی مدارس کے نقطۂ نگاہ سے سندھ کی حالت بہتر نہیں تھی۔ علمی لحاظ سے پورے صوبے میں کوئی بھی مرکزی دینی درسگاہ نہیں تھی۔ قصبات اور شہروں میں چھوٹے چھوٹے مدارس تھے لیکن ان کا باہمی ربط نہیں تھا اور ان کا وجود کسی مدرس یا مولوی کی ذاتی جدوجہد کا مرہون منت ہوتا تھا۔ جونہی وہ شخصیت اس کام سے سبکدوش ہوتی تو مدرسہ کا نظام ختم ہو جاتا۔ پھر ان مدارس کا نصاب پرانا تھا۔ اس لئے سندھ کے دینی مدارس کے طلبہ میں کسی قسم کی ذہنی بیداری لانا مشکل ہو گیا تھا۔

ان حالات میں مولانا امروٹی اور مولانا سندھی دونوں کا خیال تھا کہ سندھ میں ایک مرکزی دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ اس درسگاہ کے نصاب میں شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بنیادی اہمیت حاصل ہو تاکہ ان کے فلسفے کے ذریعہ اسلام کا فکری و عملی انقلاب لایا جا سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے امروٹ میں کام شروع کر دیا گیا۔ اس مدرسہ کا روحانی تعلق دارالعلوم دیوبند سے قائم کیا گیا۔ اس درسگاہ کے نصاب میں حدیث تفسیر اور شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بھی شامل کیا گیا۔ اس درسگاہ میں سب سے زیادہ فکری جلا پر زور دیا جاتا تھا درس و تدریس کا مقصد طلبہ میں احیائے دین اور حریت وطن کی روح پیدا کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔

مولانا امروٹی مفسر قرآن تھے، انہیں قرآن کی تعلیمات، تفسیر و تشریح پیش کرنے کا جنون کی حد تک جذبہ تھا۔ اور مولانا عبیداللہ سندھی بھی شیخ الہند کے فیض یافتہ تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی کوششوں سے سندھ اور بیرون سندھ سے اس درسگاہ میں سینکڑوں طلبہ استفادہ کے لئے آتے رہے۔ مولانا عبدالعزیز فرکابی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا خوش محمد لاڑکانوی، مولانا عبدالقادر دین پوری، مولانا عبداللہ، مولانا حماد اللہ ہالیجوی جیسے ممتاز عالم اس درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی معرفت مولانا محمود الحسن اور مولانا تاج محمود امروٹی کا تعارف ہوا بعد ازاں مولانا محمود الحسن دوبارہ امروٹ تشریف لائے۔ اسی طرح مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اشرف علی تھانوی بھی امروٹ تشریف لائے تھے۔

(ملاحظہ ہو ماہانہ الرحیم سنہ ۱۹۶۳ء)

لیکن افسوس ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی سات سال قیام کے بعد ۱۵ (... میں) ............

امروٹ چھوڑ کر ضلع حیدرآباد میں پیر جھنڈے کے مدرسے چلے آئے جس کی وجہ سے مولانا امروٹی کو اپنے بہت سارے کاموں اور ذمہ داریوں کے ساتھ تنہا اس مدرسے کی مرکزی حیثیت قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ دراصل مولانا عبیداللہ اور مولانا امروٹی کے درمیان طریق کار میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی کا نقطۂ نظر تھا کہ ہمیں مدرسہ کے ساتھ ایک اسی نوعیت کا ہاسٹل بھی قائم کرنا چاہیئے تاکہ جدید

بزرگوں کے مزار
شرک اور
بت پرستی کا مرکز
بن گئے تھے

نوجوان طبقہ مدرسہ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر مدرسوں کا قدیم سسٹم موجود رہا اور مدارس نے نئے حالات کا ساتھ نہ دیا تو خوشحال خاندانوں کا پورا طبقہ جدید انگریزی تعلیم کی طرف چلا جائے گا۔ قدیم تعلیم غریب اور نادار طبقہ کے لئے ہی مخصوص ہو کر رہ جائے گی چنانچہ خوشحال خاندانوں کے لئے مدرسے کے قیام میں کشش پیدا کرنے کے لئے جدید طرز کے ہاسٹل کا قیام ضروری ہے۔

مولانا امروٹی متعدد اسباب کی وجہ سے ان کے اس نقطۂ نظر کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان کا خیال تھا کہ دینی مدارس کا سسٹم دنیا سے بے نیازی اور سادگی سے وابستہ ہے۔ اگر اس سسٹم سے سادگی ختم کر دی گئی ہے تو دینی مدارس کی اصل روح نکل جائے گی اور یہاں بھی طلبہ اور اساتذہ کے اندر دنیا یا دین کی دوڑ شروع ہو جائے گی اور دین کی خدمت کی بجائے سامان زندگی جمع کرنے کا جنون پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے مدرسوں کے نظام میں ٹھاٹھ باٹھ پیدا نہ کرنا چاہیئے۔

مولانا امروٹی ان کے نقطۂ نظر کے اس لئے بھی قائل نہ ہوئے کہ لوگوں کی تربیت و تزکیہ کے لئے جو خانقاہ انہوں نے امروٹ میں قائم کی تھی۔ اس کی بنیاد فقر و فاقہ اور صبر و قناعت پر تھی۔ ایک طرف ان کے متوسلین و مریدوں کا یہ طرز زندگی دوسری طرف مدرسہ کے طلبہ کے لئے جدید طرز کے ہاسٹل کا قیام یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد چیزیں تھیں۔ بہرحال ان وجوہ کی بنا پر ۱۳۲۵ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی پیر جھنڈے کے اصرار پر ضلع حیدرآباد تشریف لے آئے۔

مولانا سندھی کے امروٹ چھوڑنے پر مولانا امروٹی کو سخت دکھ ہوا۔ آپ نے ان کو روکنے کی خاصی کوشش کی لیکن مولانا سندھی اپنے عزم سے باز نہیں آئے۔ بالآخر مولانا امروٹی نے بادل ناخواستہ ان کو الوداع کہا۔ پیر جھنڈہ میں قیام کے دوران بھی مولانا سندھی اور مولانا امروٹی کے درمیان سیاسی اور علمی روابط مستقر قائم رہے۔

مولانا تاج محمود امروٹی نے میدان سیاست اور جدوجہد آزادی میں جو کردار ادا کیا اس کی تفصیلات کے لئے ایک مکمل کتاب درکار ہے تاہم یہاں ریشمی رومال اور تحریک خلافت میں ان کے کردار پر روشنی ڈالیں گے۔ آیئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ ریشمی رومال تحریک کیا تھی۔

جنگ عظیم اول شروع ہونے کے دو ماہ بعد سلطان ترکی کو بھی اس جنگ میں شامل ہونا پڑا یہ نومبر ۱۹۱۴ء کی بات ہے۔ اس وقت افغانستان کے یاغستانی علاقہ (سرحدی حصہ کا آزاد سرحدی علاقہ) میں مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور شیخ الہند محمود الحسن کے پچاس ساٹھ سالہ کام کے نتیجہ میں قبائل کے اندر ایک مؤثر جماعت تیار ہو گئی تھی جو انگریز کے خلاف لڑنے اور اپنی جانیں لڑانے کو تیار تھی اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ان لوگوں کو انگریز سے مقابلے کے لئے اسلحہ فراہم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت افغانستان کو تیار کیا جائے کہ وہ جنگ عظیم سے فائدہ اٹھا کر اس طرف سے ہندوستان پر حملہ کرے اور اندرون ملک بغاوت شروع کر دی جائے۔

یہ تھا وہ منصوبہ جو شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے تیار کیا تھا۔ اس مقصد کے لئے ایک طرف شیخ الہند نے مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل روانہ کیا تو دوسری طرف مولانا موصوف خود حجاز چلے گئے تاکہ وہاں سلطان ترکی کے نمائندوں سے مل کر ان سے عملی تعاون حاصل کیا جائے۔ شیخ الہند کو اپنے مقاصد میں ایک حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔ ترکی نے ہر ممکن امداد کا وعدہ

(باقی ۲۳ پر)

قسط نمبر ۱ تحریر: محمد موسیٰ بھٹو

قارئینِ بشارت کے لئے مولانا تاج محمود امروٹیؒ کا نام شاید نیا ہو، اس کا سبب یہ ہے کہ قومی ہیروز کو متعارف کرانے اور قومی سطح پر ان کا کردار نمایاں کرنے میں اب تک کوئی ٹھوس کوشش نہیں کی گئی حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں تحریک آزادی کی کوئی تاریخ اس وقت تک نامکمل تصور ہوگی جب تک اس میں مولانا تاج محمود امروٹیؒ کا ذکر نہ ہو۔ سندھ کے طبقہ علماء و مشائخ میں مولانا تاج محمود امروٹیؒ کا نام سرفہرست ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلام سے محبت و وابستگی، دین کے انقلابی تصور کے فروغ، بدعات و منکرات کے خاتمہ، غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ اور قومی تحریکات میں بھرپور حصہ لینے کے معاملے میں سندھ نے گذشتہ ایک صدی میں طبقہ علماء میں مولانا موصوف جیسی تند آور شخصیت کوئی دوسری نظر نہیں آتی،

مولانا موصوف کے اوراقِ زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سب سے بڑی خوبی (جس سے بڑے بڑے لوگ محروم رہتے ہیں) یہ تھی کہ جہاں ان کی ذاتی زندگی خدا خوفی، تقویٰ، ذکر و اذکار و تسبیح اور عبادات سے بھرپور تھی وہاں وہ امر بالمعروف اور اقامت دین کے معاملے میں بھی بہت آگے تھے۔ اسلام کی عائد کردہ انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں موصوف قرآن کا بہترین نمونہ تھے۔ مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی اتنی منفرد اور ہمہ گیر شخصیت کے باوجود افسوس یہ ہے کہ ان کی زندگی اور کارناموں پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ "الوحید" کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دین محمد وفائی اور مولانا عبدالکریم چشتی نے الگ الگ موصوف کی زندگی پر کتابیں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن ان کا یہ ارادہ عملی صورت نہ اختیار کر سکا۔ اس کے بعد مولانا ابوبکر شبلی نے مولانا کی سوانح لکھنے کی کوشش کی لیکن وہ جلد ہی انتقال کر گئے۔ بعد ازاں لاڑکانہ کے ایک صاحب محمود شاہ نے مولانا تاج محمد امروٹیؒ پر پی ایچ ڈی کا چھ سات سو صفحات کا مقالہ لکھا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ مقالہ مولانا موصوف کے معجزات، کرامات اور کشف و الہامات پر مشتمل ہے۔ مولانا نے سیاسی میدان میں کیا کردار ادا کیا۔ آزادی کی تحریکوں میں کیا حصہ لیا؟ یہ تفصیلات اس مقالے میں موجود ہی نہیں ہیں۔ شعبہ سندھیات یونیورسٹی جام شورو کے سربراہ ڈاکٹر غلام علی الانا کی یہ بات بالکل درست ہے کہ اس مقالے میں مولانا کے قومی کردار کو نظر انداز کر کے ان کی ہمہ گیر شخصیت کو مجروح کیا گیا ہے۔

مولانا تاج محمود امروٹیؒ ریاست خیرپور کے ایک چھوٹے سے قصبہ دیپالجی میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ حسب و نسب کے لحاظ سے آپ سید تھے۔ آپ کا خاندان علاقہ میں رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھا۔ آپ کے والد مولانا سید عبدالقادر علاقہ کے جید عالم اور باعمل انسان تھے۔ تاج محمود نے قرآن شریف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد فارسی کی تعلیم کے لئے مولانا محمد قاسم الرا والے کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل انہوں نے سندھ کے اس وقت کے مشہور عالم مولانا عبدالقادر پیرہاڑی (تحصیل روہڑی) سے کی۔ بعد ازاں پنجاب کے متعدد مدارس سے بھی انہوں نے فیض حاصل کیا۔

دینی علوم سے فراغت کے بعد روحانی فیض کے حصول کے لئے آپ نے مولانا محمود الحسن کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا لیکن متعدد اسباب کی وجہ سے آپ وہاں جانے کے بجائے سندھ کے ممتاز روحانی پیشوا حافظ محمد صدیق بھرچونڈی (ضلع سکھر) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ محمد صدیق سید احمد شہید کی تحریک سے متاثر تھے اور ان کی فکر سے زیادہ قریب تھے وہ سوئی والے بزرگ کے خلیفہ تھے اور سوئی والے بزرگ پیر صبغت اللہ پاگارو کے والد پیر محمد راشد کے مرید تھے۔ مولانا تاج محمود امروٹیؒ چالیس دن تک، دوسری روایت کے مطابق ڈھائی ماہ تک حافظ محمد صدیق کی خدمت میں حاضر رہے اور ان سے فیض حاصل کرتے رہے۔ بھرچونڈی میں قیام کے دوران مولانا عبیداللہ سندھی مسلمان ہونے کیلئے حضرت حافظ محمد صدیق کے ہاں آئے ہوئے تھے مولانا تاج محمود امروٹیؒ اور عبیداللہ سندھی کے باہمی تعلقات وہیں استوار ہوئے۔

حافظ محمد صدیق نے تاج محمود کی تربیت کے بعد انہیں امروٹ جا کر وہاں لوگوں کی تعلیم و تربیت، بدعات کے خاتمہ اور دعوت رجوع الی اللہ شروع کرنے کا حکم دیا امروٹ، لاڑکانہ اور سکھر کے درمیان واقع ہے وہاں مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے خاندان کی قبریں واقع تھیں۔ ان کے بزرگ پہلے عرب سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے بعد میں وہ خیرپور کی طرف چلے گئے۔ یہ قبریں شرک، بدعات اور منکرات کا مرکز بن گئی تھیں۔ امروٹ روانہ کرتے وقت حضرت حافظ محمد صدیقؒ نے ان کی مدد کے لئے دو مرید ان کے ہمراہ کر دیئے تھے۔ مولانا تاج محمود نے امروٹ آ کر جب یہ دیکھا کہ بزرگوں کی یہ قبریں شرک اور بت پرستی کا مرکز بن گئی ہیں۔ بھنگ، چرس اور دوسری بہت ساری خرابیاں یہاں ہو رہی ہیں تو پہلے انہوں نے کئی روز تک اس صورتحال پر غور کیا پھر اپنے مریدوں کی مدد سے چرس اور بھنگ پینے والوں کو مار بھگایا اور جھگڑوں کے اس مرکز پر ایک کچی مسجد بنانی شروع کر دی۔ مسجد کی تعمیر کے لئے انہوں نے کچی اینٹیں خود اپنے ہاتھ سے بنائیں ان کے دونوں مرید انہیں مٹی دے دیتے تھے وہ اینٹیں بناتے جاتے تھے۔ اس طریقے سے یہ مسجد تیار ہوئی مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی تعمیر کیا گیا۔

مولانا تاج محمود امروٹیؒ کئی ماہ تک اپنے دونوں رفقاء اور طلبہ کے ساتھ انتہائی عسرت اور فاقہ کشی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔ روزگار کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ گڑھی کے نیک وڈیرے مستی خان نے کوشش کی کہ مولانا موصوف ان کی مالی امداد قبول کریں لیکن مولانا اس مرحلہ پر دوسروں کی امداد قبول کر کے اپنے کام میں ان کی مداخلت اور اثر اندازی نہیں دیکھنا چاہتے تھے اس لئے امداد قبول نہیں کی۔ کچھ عرصے کے بعد جب آپ کے ہاں خاصے طلبہ اور سالک آنے لگے اور آپ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے تو آپ نے اپنی نگرانی میں اپنے خادموں سے زمین آباد کرائی اور فصل سے گزارہ کا انتظام کیا۔

آپ ۱۳۰۰ھ میں امروٹ آئے تھے سات آٹھ سال تک آپ نے جس خلوص، محنت اور مادی اور دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہو کر دعوت دین کا کام کیا اس کے اثرات پورے علاقہ میں تیزی کے ساتھ پھیلے اور لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر ۱۳۰۸ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی جب سندھ واپس آئے تو ان کے مرشد حضرت حافظ محمد صدیق انتقال کر چکے تھے چنانچہ موصوف مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے پاس امروٹ آئے اور یہیں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا مولانا عبیداللہ سندھی سات سال تک امروٹ میں رہے مولانا عبیداللہ سندھی کا یہ وہ دور تھا جب وہ جدید تہذیب اور اس کے اثرات سے متاثر نہیں ہوئے تھے مولانا عبیداللہ سندھی نے حافظ محمد صدیق کے انتقال کے بعد مولانا تاج محمود امروٹیؒ کو ہی اپنا روحانی مرشد تسلیم کیا اور اس سلسلہ میں وہ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں "میں شوال ۱۳۰۸ھ میں سید العارفین، حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا ابوالحسن تاج محمد امروٹی کی طرف، امروٹ ضلع سکھر چلا گیا۔ آپ نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کیا، آپ میرے لئے باپ کی طرح تھے، آپ نے میرا نکاح سکھر میں اسلامیہ اسکول کے معلم مولوی محمد عظیم خان یوسف زئی کی بیٹی سے کرایا۔ میری والدہ کو بھی بلایا جو آخر تک میرے ساتھ رہیں آپ نے میرے مطالعہ کے لئے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا میں ۱۳۱۵ھ تک نہایت اطمینان سے مطالعہ میں مصروف رہا۔ (علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے جلد صفحہ ۲۱۳، مصنف مولانا سید میاں)۔

مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے سامنے اصلاح و دعوت دین کا جو عظیم وسیع و ہمہ گیر پروگرام تھا مولانا عبیداللہ